در آئینہ صفِ دوستاں

مجموعہ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : در آئینہ صفِ دوستاں

﴿کلام اپریل سنہ ۲۰۲۱ تا جون سنہ ۲۰۲۱﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۱

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : ثاقب محمود احمد

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

اپنے تمام دوستوں کے نام

جن کے ساتھ ”در آئینہ صفِ دوستاں“ کا تعلق ہے اور ہمیشہ رہے گا



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ ’بفضلِ خدا‘ دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

ترتیب

پیش لفظ

تعارف کتاب

غزلیات

ہوں جدا اک دوسرے سے دوستی میں جب کبھی

دو ، سَتی ہوں ایک دوجے کے لئے ، دیوانہ وار

پیش لفظ

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

مجھے محسوس ہوتا ہے ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب میں شاعری مدّت سے کروٹیں لے رہی تھی۔ اور اس کی انگڑائیوں نے آخر کار انہیں سخنوری کی مسند پر پوری طرح بیدار کر کے بٹھا دیا اور ان کی شاعری روز بروز اپنی بیدار مغزی کے کارنامے ظہور پذیر کرنے لگی۔ مشقِ سُخن میں کئی برس لگتے ہیں تو شاعر برسوں کی محنت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے باجوہ صاحب نے دو ایک برسوں میں ہی اپنا سکّہ منوالیا۔ اور ان کے کلام میں ایک خوبصورت جاذبیت جلوہ گر ہو گئی ہے جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ جنابِ طارق انور باجوہ ایک پختہ گو سخنور ہیں اور ان کا کلام شاعری کے مروّجہ اصولوں پر نہ صرف پورا اترتا ہے بلکہ اپنی ایک خاص پہچان بھی بنا چکا ہے۔ یہ اشعار دیکھئے ان کا اندازِ بیان دیکھئے۔

پیار اتنا ہو خدا سے دل بنیں عرشِ بریں
قُرب ایسا ہو کہ دل میں خود بخود اترے وہ یار

محوِ خوابِ حُسنِ جاناں ہو کے جانا اس قدر
ہیں تلاطم خیز جذبے ، ایک بحرِ بیکراں

پچھلے پہر جو نیند سے کُھل جائے آنکھ تو
یادوں کا حسن دل میں سمویا کرو کبھی

جب تلک سوچتا رہتا ہوں ترے بارے میں
میرے ماحول میں خوشبو سی بسی رہتی ہے

کیا نہیں روح پہ میری کِھلے زخموں کے گلاب
رنگ دیکھے ہی نہیں تم نے یہاں سے آگے

اُس نے پوچھے تھے چنیدہ کچھ سوال
رفتہ رفتہ سارا پرچہ کُھل گیا

یہ جناب طارق انور باجوہ صاحب کی فصاحت، اندازِ بیان، ہیئت اور تکنیک کی پختگی کا اظہار یہ ہے جو مندرجہ بالا اشعار میں جھلک رہا تھا ۔

جہاں تک ان کی بلاغت کا تعلّق ہے ان کے تمام کلام کا محور اور مرکز ان کی اپنے دین سے محبّت ہے یعنی خلافتِ حقّہ سے عقیدت اور وابستگی، حضرت خلیفتہ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالٰی اور ان سے پہلے کے تمام خلفاء اور سیّدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے دلی الفت اور ان تمام سے والہانہ محبّت یہ ان کے کلام کے بنیادی عناصر ہیں اور ان کی شاعری ان سے عبارت ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ احمدیہ دبستانِ شاعری کے ایک نمائندہ شاعر ہیں۔

خدایا ہم خلافت سے رہیں وابستہ مرنے تک
نہ اس کا ہاتھ چھوڑیں ، ہم چلیں راہِ بزرگاں میں

جب بھی کہیں امّید کی دل میں ضیا تھی کم ہوئی
تو رہ دکھا کے آس کی وہ مہ لقا چلا گیا

رہے جو اس کی صحبت میں کرے وہ تزکیہ اس کا
ملا اس کو عبادت میں خدا کا وہ تبتّل ہے

حسرتِ دید لئے جاں سے گئے برسوں کئی
تب کہیں جا کے مسیحا کا ہے دیدار ہوا

اپنی محبّتوں سے کرو گے جو انحراف
تم زندگی میں چین نہ پاؤ گے پھر کبھی

ہمارے طارق انور باجوہ صاحب کے کلام میں ایک وارفتگی، ایک خود سپردگی، ایک بے خودی کا احساس اور ایک اپنے مسلک اور ذات پر خود اعتمادی ملتی ہے اور وہ دوسروں کو بھی انہی جذبات سے سرشار کرنا چاہتے ہیں جو ان کے دل میں موجزن ہیں۔

تم نے کیا نہ گر کبھی دستِ طمع دراز
مایوس ہو کے سر نہ جھکاؤ گے پھر کبھی

تم کو جو راس آئے قناعت کی زندگی
راتوں کی نیند ، چین نہ کھویا کرو کبھی

تم نے جانا ہے تو جاؤ کہ ہوئی دیر بہت
شب گزاری کو ہمیں آج یہ میخانہ دے دو

اک محبّت کا نشہ کر کے تو دیکھو یارو
دیکھنا کیسے یہ دن رات بدل جاتے ہیں

ہمارے اس شاعر کا کلام ادبی حسن سے بھی معمور ہے۔ الفاظ کا چناؤ، ادبی تلازمات، استعارے، تشبیہات ان کی شاعری کے گہنے ہیں۔ قدرتِ کلام، عروض اور بحور کا جمال، تنوّع، تغزّل، یہ محاسن ان کی شاعری میں فراواں ہیں۔ اور یہ تمام محاسن ان کی ذہنی اپج، بلند خیالی کا مظہر ہیں۔ وہ سادہ الفاظ رواں مترنّم بحروں سے اپنے اسلوب کو دلکش اور پُرکشش بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نظمِ معرّیٰ میں بھی اپنا انداز فراموش نہیں کرتے

عالمِ شوق میں اک کیف تجھے پانے کا
رقص بے ساختہ دل نے مری سرکار کیا

کھیل کر مجھ سے ذرا دیر پرے پھینک دیا
ہاتھ میں اس کے نیا جیسے کھلونا آیا

باغ میں بلبل نے گُل سے یہ کہا
میں نہ تھی تو تم نے یاں کیا کیا کیا

جنابِ ڈاکٹر طارق انور باجوہ نے تقریباً تمام اصنافِ سُخن میں شاعری کی ہے۔ مثنوی، غزل، قطعات وغیرہ لیکن ان کا خاص میدان حمدیہ، نعتیہ، مذہبی نظموں اور غزلوں پر محیط ہے۔ انہوں نے آزاد نظمیں بھی کہی ہیں۔ غرضیکہ

ان کی شاعری ہمہ جہت ہے۔ جس میں روز بروز نکھار پیدا ہو رہا ہے۔

سُن کر یہ داستاں تری طارق ہوا اثر
کتنوں کا دل نہیں تِرا دمساز کیا ہوا ؟

مجھے خلوص سے انکار تو نہیں لیکن
عروج پر یہاں جذبوں کا کچھ نکھار بھی ہے

پروفیسر مبارک احمد عابد

فلاڈلفیا۔ امریکہ

۳۰ جون ۲۰۲۱

محترم مبارک احمد صدیقی صاحب

اپنے جذبات کو بہت خوبصورتی کے ساتھ منظوم کرنے کا جو ہنر اللہ تعالیٰ نے محترم ڈاکٹر طارق انور صاحب کو عطا کیا ہے اسکی مثال کم ہی دیکھنے کو ملے گی۔ آپ نے جون 2020 میں شعر و شاعری کا باقاعدہ آغاز کیا اور جون 2021 میں آپکی تیسری کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ یقیناً یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور امام وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قربت اور دعاوں کا نتیجہ ہے۔

آپکی شاعری ہمیں قدم قدم پر نیکیوں کے چراغ روشن کرتے نظر آتی ہے ۔ آپ نے بہت ہی کم عرصے میں قارئین کے دلوں میں اپنا نام اور مقام بنایا ہے۔ خاکسار محترم ڈاکٹر صاحب کو اس تیسرے شعری مجموعے کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے

مبارک صدیقی

محترم عبد الشّکور صاحب

ماشا اللہ بہُت بہُت مُبارک باد۔۔ تیسرے شعری مجمُوعے ”درِ آئینہ صفِ دوستاں“ کی تکمیل پر۔۔۔

۔۔ آپ کا شعری کلام لاریب اعلیٰ پائے کا جس سے ہم ہر روز ہی مُستفیض اور خور سند ہوتے ہیں اس لئے اسے مزید جانچنے اور تبصرہ کی کوئی گُنجائش باقی نہیں رہتی اور جس سُبک رفتاری سے آپ جادۂ سُخن میں رواں دواں ہیں وُہ قابلِ رشک ہی نہیں بلکہ قابلِ تقلید بھی ہے اور میں ذاتی طور بھی اس پر گُونہ فخر محسُوس کرتا ہُوں۔ اس کے وجہ بھی آپ خُوب جانتے ہیں۔ آپ کے اس کلام میں عوام النّاس کیلئے ایک گُونہ ہدایت کی روشنی بھی ہے اور میری دُعا ہے اللہ تعالٰی، آپ کا کلام پڑھنے والوں کو، لُطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ، اس سے صحیح طور پر اچھے اثرات قبُول کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آخر مزید یہ کہ۔ اللّٰھُمَّ زد فزد، آمین

۔۔خاکسار، احقر العباد،

عبد الشکُور، کلیولینڈ، اوہائیو، امریکہ۔

محترم اسحٰق ساجد صاحب

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی فنی بصیرت

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب اپنی شاعری کے حوالے سے محتاجِ تعارف نہیں۔ مدّت ہائے دراز سے ان کا ادبی سفر میں آپ شامل ہیں۔ ان کی شاعری میں کنائے، استعارے، بہترین ترکیبیں اور گوناگوں موضوعات، ایک ہی کتاب میں قاری کو زندگی کے تمام پہلوؤں پر اشعار پڑھنے کو مل جاتے ہیں جو اوّل تا آخر قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں رکھتے ہیں۔ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب نے اپنی شعری تخلیقات میں حق گوئی اور بے باکی سے کام لیا ہے کہیں پر بھی مصلحت کوچے سے کام نہیں لیا۔ ایک مردِ حق کی طرح جھوٹی اور تیرہ زدہ زندگی گزارنے والوں کے سامنے حقائق کا انکشاف کیا ہے۔زندگی کا کوئی بھی موضوع ہو کوئی بھی پہلو ہو ان کے قلم سے سچائی ہمدردی اور غمگساری ٹپکتی ہے۔ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب کے قلم سے جاری ہے۔ اس وقت اردو کے مشاہیر اور باکمال شعراء کی صف جذبات کو

ٹھیس نہیں پہنچتی۔ بڑے فنکارانہ انداز میں وہ ذہنوں کو اصلاحی مواد فراہم کرتے ہیں۔ معاشی نابرابری، سفاکانہ و بہیمانہ غیر انسانی صورتِ حال، سیاسی و سماجی کشمکش اور پیچیدگیاں ، موجودہ دور کے اہم ترین مسائل کو ڈاکٹر طارق صاحب نے اپنی نظموں میں سمویا ہے۔ وہ وسیع القلب، وسیع النظر، صاحبِ عزم و استقلال، بلند حوصلہ حق پرست شاعر ہیں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ خوب سمجھتے ہیں کہ راہِ زیست میں کہیں نہ کہیں پر خرد سے خود سری ضرور سرزد ہو جائے گی اس لئے وہ اپنی نظموں میں جنوں خیزیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے اس سفر پر گامزن ہیں

جو لوگ غفلت زدہ زندگی گزارنے کے عادی ہیں اور جن کی فطرت میں تاریکیوں نے اپنا مسکن بنا لیا ہے، اگر ان کے ہاتھوں میں کوئی خورشید قمر رکھ دیئے جائیں گے تب بھی ان کے اندر کسی قسم کا انقلاب برپا نہیں ہو سکتا۔ انہیں کوئی لاکھ جھنجوڑے اور لاکھ جگائے وہ نیند کی غفلت سے بیدار نہیں ہوں گے۔ لیکن ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب ان کے لئے ایک روشنی کی کرن ہوں گے یہ میں نہیں ان کی خوبصورت نظمیں بتا رہی ہیں جو "در آئینہ صفِ دوستاں" میں شامل ہیں

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا ارتقائی سفر خوب سے خوب تر کی جانب تیز روی کے ساتھ جاری و ساری ہے۔

ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب کا "آج" دنیائے ادب کا معیار روشن ہے۔ میں ان کے "کل" کے درخشندہ اور تابندہ ہونے کی پیش گوئی کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے لئے دعا گو ہوں اور آخر الذکر میں دست بہ دعا ہوں کہ پروردگارِ عالم انہیں مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے

آمین۔

میں ان کے ہی ایک شعر پر بات ختم کرتا ہوں۔۔۔

سلسلہ پیار و محبّت کا یونہی بڑھتا رہے
دین کی خاطر ہو نفرت ، دین کی خاطر ہو پیار

اسحاق ساجد

جرمنی

۳۰جون ۲۰۲۱

محترم طفیل عامر صاحب

شاعر پر ایک ذاتی نظر

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ٹکڑوں میں ذہن میں آتا ہے اکٹھا ہو تو مربوط طریقے سے وہ لکھا جائے۔

میں جب پڑھتا ہوں مختلف شعراءِ کرام کے اشعار میں جنون کا لفظ، وحشت کا، صحرا کا اور مجھے یقین ہوتا ہے کہ نہ کبھی ان کو جنون ہوا ہے نہ وحشت ہوئی ہے وہ اس کیفیّت سے گزرے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحرا دیکھا ہے، چھاننا تو دور کی بات ہے اور نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ اشعار کبھی دل میں نہیں اترتے، نہ ہی ان کا کوئی اثر ہوتا ہے۔

آدمی جس کیفیّت میں ہو وہ کیفیت جو بھی ہو اس کا جب اظہار ہو گا، سچی کیفیت ہو تو سچا اظہار ہو گا اور جو جو بولے گا جو لکھے گا اس سے وہ کیفیت ظاہر و باہر ہو گی۔ لیکن اس کو بھی وہی سمجھے گا جس کو ان کیفیات کا ادراک

ہو گا اور ادراک تو ہوتا ہے جب خود اس سے گزرا ہو کسی نہ کسی حد تک آدمی خوش ہو صحیح معنوں میں تو وہ لاکھ چھپائے اپنی خوشی کو، نہیں چھپ سکتی وہ اس کے انگ انگ سے پھوٹتی ہے، لفظ لفظ سے وہ جھلکتی ہے۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بیان کر رہی ہوتی ہیں۔ اس کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس کو چھپا سکے قدرتی بات ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی غمزدہ ہے صدمے میں ہے تو لاکھ وہ مسکرائے قہقہے لگائے وہ بات نہیں بنتی پتہ چل جاتا ہے وہ نہیں چھپا پاتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ دونوں کیفیات دونوں حالتیں سچی ہیں۔ اس لیے۔ سچ کا اثر تو ہوتا ہے نا! وہ سچ تو دل میں اترتا ہے۔

میں نے محترم طارق انور باجوہ صاحب جو کہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور نوعمری میں انہوں نے کوئی نظم یا غزل کچھ کہا تو پھر دانستہ اس کو ترک کر دیا، روک دیا کہ اصل جو میری منزل میرا مقصودِ حیات ہے، وہ میری تعلیم ہے خاص طور پر یہ میڈیکل کی تو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو، اُس کو فوقیت دو تو بفضل اللہِ تعالٰی وہ کامیاب و کامران رہے اپنی اس تعلیم میں۔ آگے پھر ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس کی پھر وہ بیرونِ ملک گئے وہاں انہوں نے ایف آر سی ایس کیا اور یہ جو تین چار سال میں ہوتا تھا ان کا ڈیڑھ پونے دو سال میں ہو گیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے

اور چلتے چلتے پھر انہوں نے دیکھیں کہ غالباً نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے جب خلافت کی زبان سے انہوں نے وقف کا لفظ سنا تو اسی وقت انہوں نے عہد کر لیا کہ ہاں میں نے وقف کرنا ہے اور خدمت کرنی ہے۔ یہ قدرت کروا رہی تھی یہ ویسے حیرت والی بات ہے کہ اس ٹین ایج والی عمر میں آدمی یہ سوچ لے اور یہ ارادہ کر لے۔ یہ بہت کم ہوتا ہے، ہوتا تو ہے لیکن وہ بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں میری دانست میں۔ مجھے کیوں نہیں ہوا یہ! اور پھر جب انہوں نے تعلیم مکمّل کر لی، ہاؤس جاب وغیرہ ہو گیا، ڈاکٹر پوری طرح بن گئے تو پھر وہ کسی افریقی ملک میں چلے گئے تین سال وقف کر کے خدمت کی۔ وہ جو بات نویں دسویں میں ان کے دل میں اٹھی تھی پھر اس کو پورا کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

کرتے کرتے پھر وہ ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چیز عود آئی جو ان میں قدرتی طور پر تھی۔ یہ ودیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ صلاحیّتیں ساری اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ شعر کہنے کی صلاحیّت بھی ایک ہے۔ اگر اس کا تعلق پڑھے لکھے ہونے سے ہو تو ہر پڑھا لکھا شاعر ہو جبکہ ایسا نہیں اور اس کا پڑھنے لکھنے سے بھی معاملہ نہیں۔ بالکل جن کو چِٹّا ان پڑھ کہا جاتا ہے پنجابی میں وہ کمال کے شاعر ہیں جن کو

الف ب کا پتہ نہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے۔ رہ گئی تعلیم کی بات تو زمانہ تعلیم دیتا ہے ان کو۔ وہ جو چِٹّے ان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ ہوتا ہے، آنکھیں ہوتی ہیں احساسات ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، پھر اپنے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔

تو پھر وہ آمد شروع ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد، غیر معمولی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

روزانہ ایک غزل ہونا یا کسی اور موضوع پر کچھ کہنا جیسے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی بابت جو واقعہ ہوا اس کو انہوں نے منظوم کیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ تو پھر وہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو اب یہ غیر معمولی بات ہے ہر روز کچھ نہ کچھ ہونا یہ۔

میرا ان سے غائبانہ تعارف ۲۰۰۲ میں ہوا، ملاقات نہیں ہوئی۔ ان سے میری ملاقات ہوتی ہے ۲۰۱۹ میں۔ ادب کے حوالے سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی ملاقات طے تھی۔ یہ میرے پاس آئے طے شدہ ملاقات کے تحت لیکن مجھے کہیں جانا پڑ گیا۔ یہ سفر کر کے آئے تھے اور بذریعہ ریل گاڑی آئے تھے۔ میری ملاقات غالباً تین منٹ کی ہوئی ہو گی کھڑے کھڑے۔ ﴿میرا عمل غلط تھا لیکن مجبوری جائز تھی اس لئے میں شرمندہ

نہیں ہوں اور غالباً اسی کی تلافی کرنے میں خود محترم کے درِ دولت پر حاضر ہو گیا ﷺ، تو ان کا جو ردِّ عمل تھا میں تو اسی کی بنیاد پر ان کا گرویدہ ہو گیا تھا، متاثر کُن تھا۔ خیر اس کے ایک ہفتے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی اور میں خود ان کے ہاں گیا اور وہ پہلی ملاقات تھی میری۔ ہم غالباً، ٹھیک طرح وقت یاد نہیں لیکن دو اڑھائی گھنٹے یا شاید تین گھنٹے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں ہوئیں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پیار تو اسی دن ہو گیا تھا اس پہلی ملاقات میں اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔

وہ جو کہتے ہیں، فون پر ایک ادبی گروپ " گلستانِ احمد" میں بھیجتے ہیں اور مجھے الگ سے بھی بھیجتے ہیں اور احباب کو بھی بھیجتے ہوں گے میرا قیاس ہے پتہ نہیں۔ پوچھا نہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ ایک ایک شعر پڑھتا ہوں۔ بعض دفعہ دو دفعہ پڑھتا ہوں پھر جو سمجھ میں آئے وہ بیان بھی کرتا ہوں۔ اس میں سے جو قابلِ قبول ہو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اگر میں ان سے ملا نہ ہوتا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا تو جس یقین سے میں بات کر رہا ہوں اور جو ادراک مجھے ہوا ہے یہ شکل نہ ہوتی یہ یقین نہ ہوتا۔

خلافت سے محبّت، سلسلہ کی تعلیم کا مطالعہ، عملاً جاں نثاری کی کیفیّت، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کی شاعری میں ہیں۔ جو شخص کسی کیفیّت میں سے گزرا ہی نہیں اس کو وہ بیان کیا کرے گا۔

میں عمر کے آخری حصے میں ہوں یوں کہہ لیں کہ بونس کے جو سال ہیں وہ گزار رہا ہوں۔ دل کے دھڑکنے کا جو معاملہ ہے، ۔۔۔وہ کیا، ناصر کاظمی نے کہا تھا۔

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تری یاد تھی اب یاد آیا

میرا خیال ہے کہ میری عمر اس وقت ۱۸/ ۲۰ سال ہوگی جب میرا دل دھڑکا تھا۔ وہ کیفیت آج بھی مجھے یاد ہے۔ نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد وہ ویسے دھڑکا ہی نہیں۔ یہ جو وارفتگی کی بات کرتے ہیں جنون کی بات کرتے ہیں، وحشت کی بات کرتے ہیں اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ میرا جو غالب گمان ہے وہ یہ ہے کہ یہ عملاً اس میں سے گزرے ہوئے نہیں ہوتے۔ گزرے ہوں تو کہے گئے شعر دل میں اترتے ہیں ایسے نہیں پھر وہ۔

وارفتگی کیا ہوتی ہے! میں نے جوتا پڑا ہوا دیکھا کئی سال پہلے کی بات ہے تو اپنی دانست میں میں یہ سمجھا کہ فلاں کا ہے اور میں نے اُٹھا کر اسے چوم لیا۔ اس میں کوئی کسی ارادے کی بات نہیں تھی کسی کوشش کی بات نہیں تھی۔ یہ کیسے ہوا مجھے خود نہیں پتہ اور جس کا جوتا تھا اس کو تو نہیں پتہ بالکل اور عین ممکن ہے کہ اس کا جوتا ہو ہی نہ، لیکن میں نے اسی کا سمجھا اور اب مجھے یاد آتا ہے تو میں خود کو کہتا ہوں کہ یار جو وارفتگی کہتے ہیں اسی کیفیت کا نام ہو گا۔ اسی کو کہتے ہوں گے کہ آپ کا اپنے اوپر بس ہی نہیں چلتا۔ آپ بے بس ہو جاتے ہیں اور بے خود ہو جاتے ہیں۔ کوئی سدھ بدھ نہیں ہوتی آپ کو۔ میں نے گفتگو کے دوران محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب سے یہ کہا کہ مجھے رشک آتا ہے آپ پر۔ رشک اس بنا پر نہیں کہ وہ ڈاکٹر بنے ہیں، ڈاکٹر ہیں۔ نہیں مجھے تو کسی دوا کا نام پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے میرے لئے یاد رکھنا، میں نے ڈاکٹر کیا بننا تھا۔ اور مجھے یاد ہے جب میں نویں جماعت میں تھا دسویں میں تو مضامین کے لئے انتخاب کرنا ہوتا ہے تو مجھے والد صاحب خدا غریقِ رحمت کرے، نے کہا کہ تم میڈیکل لو اور ساتھ یہ بھی کہا کہ لیتے ہو تو دو سال معاف۔ امتحان دو یا نہ دو فیل ہو جاؤ کوئی پروا نہیں اور میں نے میتھس کی جب کتاب دیکھی دسویں کی تو سچی بات ہے

میری تو جان ہی نکل گئی یعنی وہ حساب تو کچھ گزارے لائق آتا تھا سمجھ آتی تھی، الجبرے کی تو الف بے ہی نہیں آتی تھی۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کیا ہے، تو میں نے کہا کہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔

وہ جو محبّت ہے سلسلہ سے وہ خود اس کی عملی تصویر ہیں اور ان کے پاس بیٹھیں تو بوقتِ ضرورت وہ بولتے ہیں اور جو بولتے ہیں وہ بس وہی شخص بول سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو، جس کو ہر لحظہ یہ احساس ہو کہ جو دین ہے جو اسلام کی تعلیم ہے جو احمدیت کی تعلیم ہے اس کے منافی کوئی لفظ نہ ہو اُس تعلیم کی رُو سے۔ وہ جس کو کہتے ہیں to the point سادہ اور سچ۔ میں نے پوچھا، پوچھنے کا سبب تو کوئی ہو گا کیونکہ میرا قیاس اپنا تھا کہ یوں ہے، تو میں نے پوچھا کہ آپ تہجّد کی نماز ادا کرتے ہیں کرتے ہوں گے کچھ ایسا میرا سوال تھا کہنے لگے ہاں لیکن کبھی miss بھی ہو جاتی ہے۔ ساتھ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ ایسا نہیں کہ کبھی ناغہ نہ ہوا ہو۔ انہوں نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ وضاحت سے بتا دیں کہ ہاں کبھی miss بھی ہو جاتی ہے

محبّتیں بلا وجہ نہیں ہوتیں۔ تو میں نے جو اظہار کیا وہ برملا ہو گیا۔ دیکھیں ۲۰ سال ہو گئے لندن میں رہتے ہوئے۔ میرے چار دوست ہیں۔ تین پاکستان میں ایک امریکہ میں۔ جو امریکہ میں ہیں ان کا نام عبد السلام جمیل

ہے ان سے تعلّق کی عمر جو ہے وہ پچاس سال سے زائد ہے۔ ۱۹۷۳-۷۴
میں میں لاء کالج میں تھا اور وہ ایف سی کالج میں اکنامکس میں ماسٹرز کر رہے
تھے اور ہم دونوں دار الحمد ہوسٹل میں اکٹھے رہائش پذیر تھے۔ اس کے
علاوہ تین پاکستان میں ہیں۔ ان میں سے بھی ایک میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور
ایک مکمل ہسپتال چلا رہے ہیں۔ مجھ سے عمر میں کافی چھوٹے ہیں ان سے
تعلق ۳۵ برس سے زیادہ کا ہے اور ۳۵ سال سے کوئی اور نیا تعلّق نہیں بنا
اب آگے یہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب سے تعلّق بنا ہے یہ پانچواں تعلّق
ہے اور میرا جہاں تعلّق ہوتا ہے life long ہوتا ہے تاحیات۔ بفضلِ اللّٰہ
تعالیٰ

وہ جو پاکستان میں میڈیکل ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر مختار احمد ہنجرا، ایک دن کہنے لگے
بھاء جی! مجھے بھاء جی کہتے ہیں۔ جو بات بھاء جی کہنے میں ہے بھائی جان کہنے
میں نہیں۔ بہنیں جب ویر کہتی ہیں تو سچی بات ہے وہ بات بھاء جی میں بھی
نہیں، تو وہ کہنے لگے کہ اب ہم وہ جو ناراضگی وغیرہ ہوتی ہے اس سے آگے
نکل آئے ہیں۔

ان کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اب یہ تعلّق اس قسم کا ہے کہ ہم ناراض ہو ہی
نہیں سکتے اب اس کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

ان کے کلام کی بابت لکھنا وہ تو سبھی لکھتے ہیں شعروں کا حوالہ دیا اور اس کی خوبی بیان کر دی سوال یہ ہے شعر ہوا ہے تو اس کا پس منظر کیا ہے کہنے والے کی کیفیّت کیا ہے وہ خود کیا ہے میرے نزدیک وہ زیادہ اہم ہے۔ میں نے تشریح کیا کرنی ہے بھائی!

وہ حوالے اس لحاظ سے ضرور دینا چاہتا ہوں، وہ کلام ان کا جو موصول ہوتا ہے ہر روز ہی ہوتا ہے وہ پڑھتا ہوں تو وہ شعر بتا رہے ہوتے ہیں کہ اگر سچ میں یہ کیفیّت نہ ہو تو وہ اشعار ہو ہی نہیں سکتے!

یہ بتانے کے لئے بطور حوالے کے مجھے کچھ اشعار لکھنے پڑیں گے۔

تیرے تعریف میں الفاظ کبھی ساتھ نہ دیں
لکھتے لکھتے جو ہوا خشک ، قلمداں میرا

یہ شعر خود بولتا ہے کہ مجھے کہا نہیں گیا، میں اترا ہوں۔ اسی طرح کہتے ہیں۔

عشق میں جس کے جنوں عقل سے آگے نکلا
اس نے دیکھا ہی نہیں چاک گریباں میرا

میں نے رکھا ہے ندامت پہ بھروسہ اپنا
نرم کر دے گا اسے ہونا پشیماں میرا

مجھ کو اس شہر میں حسرت ہی رہی عرصے سے
کوئی منبر پہ کھڑا شخص بھی انساں سا لگے

وعظ کر دینا ہے آسان ، اسے کرنا مشکل
مفتیٔ دین کو فتویٰ بڑا آساں سا لگے

فدا کیا ہے جو مال و دولت نہیں ہے تجھ پر یہ کوئی احساں
تری اطاعت میں ہم اگر بے مثال ہوتے کمال ہوتے

وہ اہلِ صفّہ جو بیٹھے رہتے کہ بات سننے سے رہ نہ جائے
اے کاش ہم بھی ابو ہریرہ ، بلال ہوتے کمال ہوتے

بتانِ وہم و گماں کی دنیا سے دل لگایا تو کیا کمایا
متاعِ علم و یقیں سے گر مالا مال ہوتے ، کمال ہوتے

مولیٰ کریم ان کو صحت والی لمبی فعّال عمر عطا کرے۔ ان کے پتہ نہیں کتنے دیوان ہوں گے۔ میرے خیال میں تو ان گنت ہوں گے۔ یہ سینکڑوں میں تعداد جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز یہ ان سے بہت پہلے کہا بھی تھا کہ یہ ایک نہیں پتہ نہیں کتنے ہوں گے۔ سینکڑوں میں یہ تعداد جائے گی اس لئے کہ وہ میدان ایسا کھلا ہے۔ بات تو ساری ہے ہی سلسلے کی تعلیم کی، اللہ تعالیٰ کے وجود کی، اس سے پیار کی، اس کی رحمتوں کی۔ باتیں تو ساری وہی ہیں اور وہ کہاں ختم ہونے والی ہیں۔ یہ اتنا وسیع میدان ہے کہ جتنا آپ کا دل چاہے گھوڑے دوڑالیں۔ کوئی اس کا اخیر ہے ہی نہیں یہ سلسلہ اتنا وسیع ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شعر تو میں بھی کہتا ہوں نا تو میں نے ویسے شعر کیوں نہیں کہہ لئے۔ اس لئے نہیں کہہ سکا کہ مجھ میں وہ کیفیّت ہی نہیں۔ مجھ پر وہ وارد ہی نہیں ہوئی۔ جو مجھ پر وارد ہوا اس لحاظ سے میرے اشعار ہیں اور ٹھیک ٹھاک ہیں۔ پنجابی کے بھی ہیں اردو کے بھی ہیں۔

جو مجھ پر گزری جو میرا مشاہدہ ہے جو میرا مطالعہ ہے، جو مجھ میں ہے وہی باہر نکلے گا۔ تو ان کی جو لگن ہے ان کا جو مطالعہ ہے، نتیجتاً وہی لکھیں گے۔

میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ قول و فعل کے لحاظ سے اپنی شاعری کے عین مطابق ہیں۔ بفضل اللہ تعالٰی۔ جو میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ شعر شاعر کی بات ہوتی ہے اس کا قول ہوتا ہے اور اس کو خود اس کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اگر آپ ذرا چھان پھٹک کریں تو روزِ روشن کی طرح آپ پر بات واضح ہو جائے گی کہ شعراءِ کرام کرتے تو وفا کی بات ہیں ایثار کی بات ہیں، احساس کی بات ہیں، کرتے خدمت کی بات ہیں لیکن یہ چیزیں ان میں ہوتی نہیں ہیں۔

ایک وفا ہی ہو تو اس میں سب کچھ آجاتا ہے۔ ایک وصف جو ہے وہ بے شمار اوصاف کا احاطہ کرتا ہے اُس میں وہ شامل ہو جاتے ہیں۔

فی الحال اتنا ہی پھر دیکھیں گے جو اللہ کو منظور ہوا۔

طفیل عامر

لندن

۱۰ جولائی ۲۰۲۱

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا تیسرا شعری مجموعہ "در آئینہ صفِ دوستاں" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ میرے پہلے اور دوسرے مجموعۂ کلام " لبِّ لباب" اور" ہم قدم دم بدم "کو جس طور سے پذیرائی ملی اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ " لبِّ لباب" کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک ، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی ، محض ٹیون یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوادی۔ لیکن یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے

اور اب میں شعر آسانی سے کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تا کہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للہ

لبِّ لباب میں میرا ، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا ، سارا کلام شامل تھا۔ میری دوسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ازراہِ شفقت ''ہم قدم دم بدم'' تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب ''در آئینہ صفِ دوستاں'' میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔اس کتاب کا نام بھی انہی کا عنایت کردہ ہے۔اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور املا کی غلطیوں تک کی نشاندہی فرمائی۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستون کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ایک بار پھر خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے ، مبارک احمد صدیقی صاحب، مکرم اسحٰق ساجد صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّراحمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا تعارف اور شاعر پر خوبصورت نظم عطا فرمائی۔

اللہ ان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن۔ ۳۰ جون ۲۰۲۱

تعارف کتاب

ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ انگلینڈ

معراجِ عشق: ”در آئینہ صفِ دوستاں“

ناسخ نے کہا تھا

رفعت کبھی کسی کی گوارا نہیں یہاں
جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

مگر ہم وہ لوگ ہیں جو نہ صرف رفعتوں کو دل میں جگہ دیتے ہیں بلکہ بلندیوں کو چُھو لینے کی ترغیب بھی دیتے رہتے ہیں۔

”در آئینہ صفِ دوستاں“ کے مصنّف ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی تخلیقات اللہ تبارک و تعالٰی کے فضل سے ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے مہ و نجوم کی مسکن بنتی نظر آ رہی ہیں۔

”معراجِ عشق ہے اور آسمان ثالث ہے
کہ جامِ حسن ہے اور اس کا خُمار خالص ہے“

جس نے "در آئینہ صفِ دوستاں" کا مطالعہ نہیں فرمایا تو سمجھئے اس نے اپنے محبوب کا عکس نہیں دیکھا۔ تتلی، گھٹا، سمندر، خوشبو، دھنک و شیرازہ کا دیدار نہیں کیا۔ استعارات سے بھرپور محبّت و پیار میں گُندھے سُخن کی قدر و منزلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نئی نئی تراکیب سے مزیّن ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب نے اپنی تخلیقات کو بہت خوش اسلوبی سے پیش فرمایا ہے۔ خلافت، شہادت، سکونِ قلب، شیرینئ گُفتار، عذابِ کورونا، تنہائی، ہجر و وصل، تشنگی، زمین و آسمان اور نور و ظلمات جیسے ان گنت موضوعات پر لکھی خوبصورت شاعری سے "در آئینہ صفِ دوستاں" کے دو سو سے زائد صفحات بھرے پڑے ہیں۔ غزلیات سرگوشی میں گفتگو کرتی کرتی دل کے دریچوں کو کھولے چلی جاتی ہیں۔

کتاب کی ناشر ڈاکٹر ریحانہ بٹ صاحبہ ہیں۔ کتاب کا دلکش سرورق محترم ثاقب محمود احمد صاحب نے بنایا ہے اور بہت محنت سے کتاب کی خوبصورت کمپوزنگ محترمہ نابغہ طاہر باجوہ صاحبہ نے کی ہے۔ آغازِ کلام حضرت امام الزماں علیہ السلام کے ایک فارسی شعر سے کیا گیا ہے۔ شاعرِ محترم اور باقی تمام متعلّقہ محترمین اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ خاکسار حسبِ سابق چند منظوم سطور بطور ہدیۂ عقیدت جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی نذر کرتا ہے:

" در آئینہ صفِ دوستاں " مبارک صد مبارک

حضرتِ طارق مبارک آپ کو ہو یہ کتاب
اس مثالی شاعری کے بولتے ہیں سب ہی باب

آپ نے منسوب کی یہ دوستوں کے نام پر
آپ کے ممنون ہیں سب شاعری کے کام پر

تیسرا مجموعہ ہے یہ آپ کے جذبات کا
اک ہجومِ کہکشاں ہے جوں اندھیری رات کا

اک نئی دنیا بچھی ہے آپ کے قدموں تلے
محنتوں کے رب کی جانب سے ہی ملتے ہیں صلے

آپ کے ہونٹوں پہ ہر دم فکر و فن کی بات ہے
آپ کی گُفتار بادَل اور غزل برسات ہے

کیا شعاعیں جاودانی آپ کا لکھے قلم
یوں منوّر ہو رہا ہے آپ کا نقشِ قدم

آئینہ روشن ہو جیسے آپ کی ہے شاعری
قلب میں ہے آپ کے مولٰی نے رکھی سادگی

رب نے بخشے خوبصورت استعارے شعر کو
یہ ہے جذبِ گلفشانی جو نکھارے شعر کو

بن رہے ہیں حرف سارے زندگانی کا نصاب
عشق کا ہے درس دیتی یہ وفاؤں کی کتاب

سرد ہو گر ، دل کا موسم ، لفظ سے اترے گا تاپ
گرم کر دیں انجمن کو کیا ہنر مندی سے آپ!

آپ کی روشن ہیں راہیں منزلوں کی تاک میں
اور تعفّن بھر گیا ہے حاسدوں کی خاک میں

ہے دعا میری منوّر ، نامِ "طارق" ہو بلند
دستِ "طارق" ڈال ہی دے اب ستاروں پر کمند

(نتیجۂ فکر: ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ)

غزلیات

گر خُدا اسے ہو تعلّق دوستی کا اُستوار

گر خُدا سے ہو تعلّق دوستی کا اُستوار
پھر مثال اس کی ملے کوئی نہ گو ڈھونڈیں ہزار

دل سے دل مل جائیں جب ، روحوں میں اترے پیار وہ
ورطۂ حیرت میں ڈوبے ہوں ملائک بے شمار

ہوں جُدا اک دوسرے سے دوستی میں جب کبھی
دو ، سَتی ہوں ایک دوجے کے لئے ، دیوانہ وار

پیار اتنا ہو خدا سے ، دل بنیں عرشِ بریں
قُرب ایسا ہو کہ دل میں خود بخود اترے وہ یار

گر خدا راضی ہو ذلّت پر ، ہمیں وہ ہو قبول
جیسے مل جائیں ہمیں دربار سے خلعت ہزار

پھر تعلّق دوستی کا یوں بڑھے ، ہو جائیں خوش
جان دے کر بھی اسے راضی کریں ہو کر نثار

سلسلہ پیار و محبّت کا یونہی بڑھتا رہے
دین کی خاطر ہو نفرت ، دین کی خاطر ہو پیار

دوسرے دینوں کی نسبت ہے ہمارا دیں جُدا
جس میں تقویٰ ہے بِنائے صحبتِ رضوانِ یار

خلق کو راضی کریں ، مقصد ہمارا ہو یہی
اِس سے راضی ہو گا وہ دلبر ، جسے اُن سے ہے پیار

رات دن اس نور سے روشن ہمارے گھر رہیں
روشنی پھیلے جہاں میں ہو بلند ایسا منار

طارق ایسی ہو محبّت دل میں اس کے واسطے
وہ نظر کے سامنے ہو تب کہیں آئے قرار

رکھی ہے فطرتِ انساں میں جستجو تیری

رکھی ہے فطرتِ انساں میں جستجو تیری
دکھائے آئنہ تصویر چار سُو تیری

نہ جانے کتنے تجھے ڈھونڈنے نکلتے ہیں
سفر میں رکھتی ہے کتنوں کو آرزو تیری

ہمیشہ پاتا ہے اعزاز وہ جہاں بھر میں
عزیز جس نے بھی رکھی ہے آبرو تیری

نگاہ نیچی رہی ، گرچہ بات ہوتی رہی
میں سُن رہا تھا تخیّل میں گفتگو تیری

دکھایا اس نے ہے رستہ مجھے ترے گھر کا
کتاب جب بھی پڑھی ، ہو کے با وضو تیری

جو حُسنِ خُلق میں تیرا ہی اک نمونہ تھا
اسے جو دیکھا تو صورت تھی ہُو بہو تیری

حیا کی سر پہ ردا ، سُرخ عارض و لب ہیں
کلی ہے جو بھی کھِلی ، اس میں پائی بُو تیری

تجھے ہے شوق اسے دیکھنے کا پر طارق
نظر بھی ہے جو اسے دیکھے روبرو ، تیری ؟

زمانے میں نہیں ہے اس سے بڑھ کر جب حسیں کوئی

زمانے میں نہیں ہے اس سے بڑھ کر جب حسیں کوئی
یقیناً انتہائے عشق کو پہنچا کہیں کوئی

محبّت کے عجب آثار اس میں پائے جاتے ہیں
نظر آئے نہ جس کو اس زمیں پر مہ جبیں کوئی

چمن میں گل ، فلک پر چاند ، اس کو جب نظر آئیں
وہ ان کو دیکھ کر کہتا ہے اس جیسا نہیں کوئی

ستارے رشک سے دیکھیں اگر ماہِ منوّر کو
تو روشن جو کرے سورج کو ہے نُورِ مبیں کوئی

اسی کی صنعتِ کامل کے ہیں سارے نشاں دیکھو
یہ دانے پھول پھل ، گوہر جو اُگلے ہے زمیں کوئی

نہیں پہچان پائے گر وہ صنعت کار ہم اب تک
کسی سے پوچھ لیں اب بھی جو مل جائے ذہیں کوئی

جہاں کا کارخانہ چل رہا ہے اس کی قدرت سے
صدا " کن " کی جو دیتا ہے سرِ عرشِ بریں کوئی

اسی کے گیت گاتا ہے ، اسی کی حمد کرتا ہے
کہ طارق بھی ہے اس کی رحمتوں کا خوشہ چیں کوئی

شہزادہ عبد اللطیف شہید

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کہانی ایک شہزادے کی ہے سچی محبّت پر
لکھی ہے خود مسیحا نے کتاب اس کی شہادت پر

تھا نام عبداللّطیف اس کا ، خدا کی رحمتیں اس پر
تھی نازاں اک ریاست خوست کی ، اس کی اقامت پر

وہ شہزادہ تھا جس نے بادشہ کی تاجپوشی کی
ہزاروں جان دیتے تھے مرید ، اس کی ارادت پر

وہ افغانوں میں تھا مشہور علم و معرفت میں یوں
لئے جاتے تھے اس سے مشورے کارِ حکومت پر

وہ تھا مشہور نیکو کار ، عابد اور زاہد بھی
کسی کو شک نہیں تھا اس کے معیارِ عبادت پر

چلا تھا گھر سے حج کرنے کی نیّت سے اگرچہ وہ
ملی تھیں جب کتابیں اس کو مہدی کی صداقت پر

نہ پروا کی ، چلا آیا وہ ملنے اس مسیحا کو
جسے دعویٰ تھا اُترا ہے وہ اک اونچی عمارت پر

مسیحا سے ملا کر ہاتھ اس نے یہ کہا جھک کر
فدا ہے جاں ، کمر بستہ ہوں میں دل سے اطاعت پر

بتائیں تم کو وہ اِخلاص سے پُر تھا بزرگ اتنا
کہ حیرت سے قلم ہوتا ہے گنگ اس کی شجاعت پر

رہا وہ قادیاں میں کچھ مہینے پھر عقیدت سے
اسے جو تھی میسّر ، فخر تھا مہدی کی صحبت پر

دلائل کا وہ پہلے سے ہی قائل تھا ، وہاں لیکن
یقیں اس کا بڑھا کچھ اور مہدی کی صداقت پر

بلاوا آگیا کابل سے اس درویش کو جب تو
وہ راضی ہو گیا جانے پہ مہدی کی اجازت پر

اسے معلوم تھا شاید پلٹ کر آ نہ پائے وہ
اگر اہلِ وطن اس کے اُتر آئے شرارت پر

اجازت کے لئے جا کر لکھا افغان سرحد پر
بلایا وہ گیا کابل میں پھر دھوکے سے دعوت پر

گرفتاری ہوئی اس حال میں کابل پہنچ کر جب
کہا اس کو گیا ، پکڑے گئے ہو تم بغاوت پر

جو مانا قادیانی اک مسیحا ، ہو گئے مرتد
سزا تم کو ملے گی گر نہ باز آئے اطاعت پر

اسے زنجیر پہنا دی گئی ، قیدی بنا کر پھر
لگا کر بیڑیاں لائے اسے حکمِ امارت پر

مسلسل چار مہ اس کو اذیّت دی گئی تا کہ
عقیدہ چھوڑ دے اپنا وہ مہدی کی امامت پر

نہ مانا جب تو ملّاؤں کو بلوایا گیا واں پر
بحث کر کے وہ ہارے جب ، اتر آئے ذلالت پر

سُنیں اس کی نہ باتیں کچھ ، دیا تکفیر کا فتویٰ
کیا جائے اسے سنگسار اب حکمِ عدالت پر

کمر تک جب زمیں میں وہ دبایا جا چکا تب بھی
کہا سلطاں نے اس کو اپنی جاں کی تو حفاظت کر

وہ پاس آیا کہا بس اتنا میرے کان میں کہہ دو
نہیں ایمان میرا اس مسیحا کی امامت پر

مگر اس نے کہا میں سچ کی خاطر جان دے دوں گا
نظر آتی ہے مجھ کو اپنی منزل اب تو جنّت پر

خدا کے نام پر جو تم نے کرنا ہے وہ کر گزرو
میں راضی ہوں خدا کے نام پر اپنی شہادت پر

پھر اس پر کی گئی ہاتھوں سے بارش پتھروں کی وہ
کہ حیرت آج بھی ہوتی ہے ان کی اس شقاوت پر

خود اس کی زندگی میں جاں نچھاور کی ، ڈرا نہ وہ
شہادت دی ، شہادت سے ، مسیحا کی صداقت پر

دمِ آخر تلک اس نے دکھائی اس طرح جُرأت
فرشتے رشک کرتے ہوں گے اس کی استقامت پر

خدا کے ہاتھ نے دھویا نہ ہو جب تک کسی دل کو
یہ چشمے نور کے پھوٹیں کہاں دل کی لطافت پر

نہ ہو کھویا گیا جب تک خدا کی ہی محبّت میں
بھلا کیسے دکھا سکتا ہے کوئی یہ کرامت ، پر

" خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را "
جو ہوں اس پر فدا ، سمجھیں گے ہم خود کو سعادت پر

خلافت

خدا نے خود بشارت دی ، خلافت کی جو قرآں میں
عطا کر کے یہ نعمت ، تمکنت بخشی ہے ایماں میں

یہی ہے نور ، مومن روشنی پاتے ہیں اس سے ، جب
سمجھ لیتے ہیں دشمن ، اب یہ بھٹکیں گے بیاباں میں

ابوبکر و عمر ، عثماں ، علی ، کے دور کو دیکھو
خلافت نے بڑھائی شان و شوکت پھر مسلماں میں

مگر وعدہ خلافت کا مسلمانوں سے تب تک ہے
عمل صالح رہیں ، پختہ رہیں گر اپنے ایماں میں

نبوّت مل گئی پھر سے ، خدا کا فضل ہے ہم پر
خلافت اس کے بعد آنے کا وعدہ بھی تھا ، فرقاں میں

مسیحا الوصیّت میں خبر جو دے گئے آخر
ہوئی ظاہر وہ قدرت ثانیہ اک مردِ میداں میں

زُمامِ کارواں ہاتھوں میں آئی نور دیں کے پھر
خلافت کو سمجھتا تھا وہ لازم جزوِ ایماں میں

وہ با ہمّت ، عجب نورِ یقیں سے خود منوّر تھا
طبیب اعلٰی تھا دل اس کا مگن رہتا تھا ، قرآں میں

پھر آگے لے گیا محمود تیزی سے جماعت کو
صدی آدھی سے زائد ، وہ چلا ہر ایک طوفاں میں

بڑی مضبوط بنیادوں پہ قائم کیں جو تنظیمیں
دیا پیغامِ حق ، پیچھے ہٹیں نہ عہد و پیماں میں

کیے پھر پیش ناصر نے حکومت کو جواب اپنے
حکومت نے بلایا جب انہیں خود اپنے ایواں میں

دیا تھا اس نے نعرہ ہر کسی سے پیار کرنے کا
مٹائی مسکرا کر اس نے نفرت ، نوعِ انساں میں

زُمام آئی خلافت کی ہے جب طاہر کے ہاتھوں میں
نئی اک روح پھونکی اس نے تنظیمِ جواناں میں

وہ ہجرت کرکے آیا ملک سے اپنے مگر آ کر
چلا لے کر جماعت کو ترقی کے خیاباں میں

حکومت وہ دلوں پر کر کے رخصت جب ہوا اس نے
مگر زندہ رکھے گا ایم ٹی اے گلستاں میں

ہمیں مسرور نے بخشی ، خوشی جب غم کے مارے تھے
رکھا مرہم اسی نے زخم پر شامِ غریباں میں

ہمارا راہبر ہم سب کا پیارا وہ خلیفہ ہے
مٹا کر غم ہمارے ڈٹ گیا ہے پھر سے میداں میں

دیا پیغام ، امن و آشتی کا اس نے دنیا کو
دعاؤں میں ہے ان کو یاد رکھا ، جو ہیں زنداں میں

خلافت ہر قدم پر عُروۃُ الوُثقیٰ ہماری ہے
اسی کو تھام کر بیٹھے ہوئے ہیں اس کے داماں میں

خدایا ہم خلافت سے رہیں وابستہ مرنے تک
نہ اس کا ہاتھ چھوڑیں ، ہم چلیں راہِ بزرگاں میں

”جو دور اس سے ، اُس سے خدا دور ہے “

خلافت خدا کی ہے سنّت قدیم
خلافت عطائے خدائے کریم

خلافت اندھیرے میں شمعِ حریم
خلافت خدا کی ہے نعمت عظیم

جہاں میں خلافت کا جو نور ہے
” جو دور اس سے ، اُس سے خدا دور ہے “

خلافت سے ہم کو محبّت ملی
اسی کی اطاعت میں ہے زندگی

یہاں معرفت کے ملے جام بھی
کوئی بھی نہ باقی رہی تشنگی

پلانے پہ ساقی جو مامور ہے
” جو دور اس سے ، اُس سے خدا دور ہے “

خلافت سے بڑھ کر نہ نعمت کوئی
نہ دیکھی ہے ایسی محبّت کوئی

جو کر لیتا ہے اس کی بیعت کوئی
نہیں ویسی کرتا اطاعت کوئی

ہو نازل خدا جس پہ وہ طور ہے
" جو دور اس سے ، اُس سے خدا دور ہے "

خلافت نے رستہ دکھایا ہمیں
کسی نے بھی جب آزمایا ہمیں

اسی نے ہے جینا سکھایا ہمیں
وہ یوں دیکھ کر مسکرایا ہمیں

ہمارا خلیفہ جو مسرور ہے
" جو دور اس سے ، اُس سے خدا دور ہے "

(بہ یادِ حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہُ اللہ)

کرتا رہا جو روشنی سب کو عطا چلا گیا
وہ جو تھا لعلِ بے بہا ، ہم کو ملا ، چلا گیا

فروغِ نورِ علم سے ، روشن کئے ہیں بحر و بر
وہ جو مثالِ ماہ تھا ، چمکا کیا ، چلا گیا

جب بھی کہیں امیدؔ کی دل میں ضیا تھی کم ہوئی
تو رہ دکھا کے آس کی ، وہ مہ لقا ، چلا گیا

وہ جو مجھے عزیز تھا ، وہ جو مرے قریب تھا
ملنے کا پھر سے آسرا ، اُس نے دیا ، چلا گیا

اُس کا جو فیضِ عام تھا ، سِحر سے پُر کلام تھا
جس نے بھی جب سُنا اُسے ، سُنتا سَدا چلا گیا

سینے پہ سب کے غم لئے کتنے ہی دُکھ الم لئے
بن کے رہا دل کی دوا ، تھا با وفا ، چلا گیا

اس کو نہ بھول پائیں گے ، وہ تھا دلوں کا ، بادشاہ
دے کے سکوتِ شب میں وہ ، جگمگ صدا چلا گیا

فانی ہے یہ جہاں یہاں ، کون رہا ہے دیر تک
دنیا میں اس کا مرتبہ ، کس نے کہا ، چلا گیا

طارق اسی کا فیض ہے کہ ہم ہیں درد آشنا
دے کے ہمیں خلوصِ دل سے جو دعا ، چلا گیا

قدرتِ ثانیہ کا پانچواں مظہر

(خلافت کے انیسویں سال کے آغاز پر)

لبوں پر اک تبسّم ، اس کی باتوں میں تغزُّل ہے
فرشتوں جیسا چہرے پر سکوں ، حسن و تجمُّل ہے

خدا کی دوسری قدرت کا مظہر پانچواں ہے وہ
اسی سے اب مسیحا کی خلافت کا تسلسُل ہے

وہ کلمہ ہے خدا کا اور خدا جو بات کہتا ہے
کبھی اس بات میں دیکھا نہیں ہوتا تبدُّل ہے

رہے جو اس کی صحبت میں ، کرے وہ تزکیہ اُس کا
ملا اس کو عبادت میں خدا کا وہ تبتُّل ہے

سُبک رفتار ہے وہ تیز رکھتا ہے قدم اپنے
چلو گے ساتھ کیسے گر طبیعت میں تسہُّل ہے

خدا نے اِس جہاں میں کر دیا عالی مقام اس کا
پسند اس کو ہے جس میں انکساری ہے ، تذلُّل ہے

ہے غیرت دیں کی ، نصرت رعب کی ، ربّ کی عطا اس کو
مزاج اس کا بہت دھیما ، طبیعت میں تحمُّل ہے

جہاں بھر کو دیا توحید کا پیغام جُراَت سے
کہ ہر ایوان میں گونجے اذاں ، اس کا تخیُّل ہے

خطاب اس کا ہر اک جامع ، دلائل سے مزیّن ہے
لگے خطبہ جمعہ ، مہدی کی باتوں کا تمثُّل ہے

خدا نے اس کے ہاتھوں میں تھمائی ہے زمام اِس کی
بنایا رہنما ، اس قافلے کا یہ تفضُّل ہے

خلافت جو ملی ہے مومنوں کو ایک نعمت ہے
یہ نعمت تب ملے ، احکامِ دیں پر جب تعمُّل ہے

کیا ہے عہدِ بیعت جب ، تو پھر اس کے اشارے پر
فدا ہونے میں کس کو اک ذرا سا بھی تأمُّل ہے

فدا ہم ہو گئے طارق ، جو دیکھا وہ رُخِ انور
دیا ہاتھوں میں ہاتھ اس کے ، خدا پر اب توکُّل ہے

آ گیا ہے وصل کا موسم مہِ رمضان میں

آ گیا ہے وصل کا موسم مہِ رمضان میں
دور ہوتے ہیں مرے سب غم مہِ رمضان میں

جلد پھر جاگا کریں گے رات کے پچھلے پہر
اس دفعہ کھائیں گے بھی کچھ کم مہِ رمضان میں

ایک مدّت سے چلی آتی ہے راہ و رسم یہ
اُلفتِ قرآں بڑھے یکدم مہِ رمضان میں

اُس کا وعدہ ہے بنے گا اجر خود اس کا خدا
فائدہ روزوں کا ہے کیا کم ، مہِ رمضان میں؟

گفتگو کرتا ہے بندے سے خدا اس ماہ میں
فضل پائیں اور بڑھ کر ہم مہِ رمضان میں

ہم منائیں رات دن ہر روز خوشیوں کا سماں
عید اور شب رات کا سنگم مہِ رمضان میں

طارق آجاتا ہے جو ہر سال خوشیوں کو لئے
پھر بہاروں کا ہوا موسم مہِ رمضان میں

رنگ اور نور کی بارات یہاں اتری ہے

رنگ اور نور کی بارات یہاں اتری ہے
یوں لگے قدر کی ہی رات یہاں اتری ہے

تزکیہ نفس کا اور ساتھ تجلّی دل کی
ماہِ رمضان کی سوغات یہاں اتری ہے

وہ تمنّا جو کبھی رہ گئی ارماں ہو کر
لے کے امّیدِ ملاقات یہاں اتری ہے

مہرباں ہو گئی قسمت کی جو دیوی ہم پر
توڑ کر مادّی طلسمات ، یہاں اتری ہے

پھر سے آنکھوں میں چھلکتی ہے محبّت اُس کی
پھر دعاؤں کی کرامات یہاں اتری ہے

زندگی تیز ہوئی رمض کی حدّت پا کر
دل میں یوں گرمئِ جذبات یہاں اتری ہے

اس کی رحمت ہے سرِ عام زمیں پر اس ماہ
توڑ کر سارے حجابات یہاں اتری ہے

پھر تجھے وقت سے شکوہ نہ ہو طارق یہ گھڑی
لے کے اب قیمتی لمحات ، یہاں اتری ہے

شبنم اتری ، اشکوں کے سنگ آدھی رات کے بعد

شبنم اتری ، اشکوں کے سنگ ، آدھی رات کے بعد
دل میں ابھرے الفت کے رنگ ، آدھی رات کے بعد

نیند نہ آئے جب تک اس کی یادیں ساتھ رہیں
سپنوں میں وہ کرتا ہے تنگ ، آدھی رات کے بعد

چھوڑنے کب دے نیند کو بستر ، کھینچے یار کی چاہ
جذبوں کی چھڑ جاتی ہے جنگ ، آدھی رات کے بعد

ظلمت میں ہی نکلیں گھر سے چوری کرنے لوگ
دیکھ نمازی ہوتے ہیں دنگ ، آدھی رات کے بعد

اشکوں کے پانی سے ڈُھل کر اترے میل کچیل
صاف دلوں کے ہوتے ہیں زنگ ، آدھی رات کے بعد

طارق اُٹھ کر تم بھی روٹھا یار منا لو آج
دل کا نرم ہوا ہے جو سنگ ، آدھی رات کے بعد

ایسا دیکھا نہ کبھی عشق کا اظہار ہوا

ایسا دیکھا نہ کبھی عشق کا اظہار ہوا
چارہ گر دیکھنے آیا تو وہ بیمار ہوا

رات کے پچھلے پہر چاند نکل آیا ہے جب
مضمحل تاروں کو پھر ہجر کا آزار ہوا

حسرتِ دید لیے جاں سے گئے برسوں کئی
تب کہیں جا کے مسیحا کا ہے دیدار ہوا

اس کے دیوانے ہوئے لوگ نہ جانے کتنے
دیکھتے دیکھتے لاکھوں کا وہ دلدار ہوا

ہم کو اسلوب سکھائے ہیں زمانے نے یہی
دوست وہ ہوتا ہے ، مشکل میں جو غمخوار ہوا

وہ مجھے ملنے چلا آیا کبھی یہ نہ کہا
وقت ملتا نہیں ، اب میرا بھی گھر بار ہوا

باتوں باتوں میں جھلک اس کی دکھائی دی ہے
اب تو مقصود مرا یار کا دیدار ہوا

اک اشارے پہ بھی قربان ہوئے جاتے ہیں
اس قدر گہرا ہے دلبر سے ہمیں پیار ہوا

طارق اس باغ میں آنے کا مزہ اور ہے کچھ
جو چلا آیا یہاں آ کے ثمردار ہوا

سجدہ ہائے آخرِ شب ، اشک مژگاں پر رواں

سجدہ ہائے آخرِ شب ، اشک مژگاں پر رواں
حالِ دل لب پر ہو جاری ، سینے میں آتش فشاں

محوِ خوابِ حُسنِ جاناں ہو کے جانا اس قدر
ہیں تلاطم خیز جذبے ایک بحرِ بیکراں

آدمی گر اُنس رکھے گا خدا اور خلق سے
تب کہیں انسان کہلانے کے قابل ہو میاں

ہولے ہولے آنکھ سے پردے اترنے لگ گئے
اب نظر آنے لگے ہیں دشمنوں کو بھی نشاں

آ گئے تھے ہم تو محفل میں ذرا عجلت کے ساتھ
دل میں آیا ، دیر ہو جائے نہ چل دے کارواں

ہم بڑے ارمان لے کر آ گئے اس شہر میں
اب تِرے دیدار سے ہوں گے مشرّف بھی یہاں

دھیرے دھیرے دل ہمیں نغمے سناتا ہی رہے
اک مدھر دُھن میں جو گائے کلمۂ قدوسیاں

طارق اب سارے تعلّق اپنے رب سے جوڑ لو
یہ محبّت چھوڑ کر تم اور جاؤ گے کہاں

میری یادوں میں وہ ہنسی ہے ابھی

میری یادوں میں وہ ہنسی ، ہے ابھی
یاد لہجے کی دلکشی ، ہے ابھی

آ گیا ہوں جو میں اسے ملنے
اس کی مجھ پر نظر پڑی ہے ابھی

دل ہے بے تاب اُس سے ملنے کو
ایک وارفتگی بچی ہے ابھی

کربلا کیا بنے گا دیس اپنا
حق کا نعرہ گلی گلی ہے ابھی

سوچتا ہوں غرور سے کہہ دوں
تیری گردن کہاں کٹی ہے ابھی

خوب یہ راز دل نے سمجھا ہے
خامشی بھی تو بندگی ہے ابھی

آ گیا ہے بہار کا موسم
کچھ ہواؤں میں تازگی ہے ابھی

طارق اترا ہے آسمان سے نور
جگ میں پھیلی جو روشنی ہے ابھی

تم بھی کیا کیا کچھ لکھتے ہو

تم بھی کیا کیا کچھ لکھتے ہو
سچ لکھتے ہو جو کہتے ہو

مشکل میں گھر آ جاتے ہو
یوں تو آوارہ پھرتے ہو

جینا ہے تو جی کے دکھاؤ
جانے کس کس پر مرتے ہو

جیون کس کے نام کیا ہے
نام یہ کس کا تم جپتے ہو

کس بستی سے آئے ہو تم
کس نگری میں اب رہتے ہو

کوئی نہ مجھ سے اتنا پوچھے
آخر کیوں آہیں بھرتے ہو

جب ہر بات میں سچے ہو تم
پھر تم کیوں اتنا ڈرتے ہو

کس کے لئے دروازہ کھولے
کھڑکی سے باہر تکتے ہو

اپنے اندر جھانک کے دیکھو
خود کو شاید تم دِکھتے ہو

اتنے دن کے بعد ملے ہو
طارق تم اچھے لگتے ہو

تم آئینے کے سامنے جاؤ گے پھر کبھی

تم آئینے کے سامنے جاؤ گے پھر کبھی
باطن بھی اپنا سامنے لاؤ گے پھر کبھی

تم نے کیا نہ گر کبھی دستِ طمع دراز
مایوس ہو کے سر نہ جھکاؤ گے پھر کبھی

اپنی محبّتوں سے کرو گے جو انحراف
تم زندگی میں چین نہ پاؤ گے پھر کبھی

تم سے کریں گے ہم نہ شکایت کبھی ، نہ کی
ملنے جو آ نہیں سکے ، آؤ گے پھر کبھی

آ تو گئے ہو اس کی محبّت کو چھوڑ کر
تم اس کی بارگاہ میں جاؤ گے پھر کبھی

حسن و جمالِ یار کی دیکھی ہے اک جھلک
نظّارۂ جلال بھی پاؤ گے پھر کبھی

تم جاگتے میں دیکھتے ہو کہکشاں کے خواب
اس دور میں تو چاند پہ جاؤ گے پھر کبھی

طارق تم اس کے ذکر پہ خاموش ہو گئے
شاید جو دل پہ بیتی سناؤ گے پھر کبھی

آنکھوں میں خواب بھر کے جو سویا کرو کبھی

آنکھوں میں خواب بھر کے جو سویا کرو کبھی
سجدے میں گر کے رات کو رویا کرو کبھی

پھولوں سے قربتیں ہوں تو کانٹے ہوں ساتھ ساتھ
تم دشمنی کے بیج نہ بویا کرو کبھی

تم کو جو راس آئے قناعت کی زندگی
راتوں کی نیند ، چین نہ کھویا کرو کبھی

پچھلے پہر جو نیند سے کھل جائے آنکھ تو
یادوں کا حسن دل میں سمویا کرو کبھی

حرص و ہوا سے بڑھ گئی انسان دشمنی
تم بے غرض سی دوستی ، گویا کرو کبھی

تقویٰ کا ہو لباس جو پہنا تو خوب ہے
دامن سے اپنے داغ بھی دھویا کرو کبھی

طارق تمہیں خیال ہو گر دوستوں کا تم
بوجھ ان کے ساتھ مل کے بھی ڈھویا کرو کبھی

آنکھیں سچی ہوتی ہیں سچ بولتی ہیں

آنکھیں سچی ہوتی ہیں سچ بولتی ہیں
لاکھ چھپاؤ راز دلوں کے کھولتی ہیں

سچی باتیں دکھتی رگ پر ہاتھ رکھیں
جذبوں کے پھر مُردہ جسم ٹٹولتی ہیں

مولا تُجھ کو دیکھ نہ پائیں آنکھیں پر
تیری باتیں کانوں میں رس گھولتی ہیں

دل کے دروازے پر دستک دیتی ہیں
یادیں جب جب بند پٹاری کھولتی ہیں

فصلِ گلُ سے بوُئے استقبال لیے
لمسِ ہوا سے کلیاں دامن کھولتی ہیں

آنکھوں کے چکر میں مت پڑ جانا تم
گلیوں کے چکر لگوا کر رولتی ہیں

جانے سے پہلے تیّاری کر لیں کچھ
چڑیاں اُڑنے سے پہلے پر تولتی ہیں

طارق کیا دیکھا تھا ان کی آنکھوں میں
اب تو دیکھ کے تم کو نظریں ڈولتی ہیں

ابتدا، انتہا تو نہیں ہے پتا

ابتدا ، انتہا تو نہیں ہے پتا
میں تو سمجھا یہی علم کی انتہا

یہ بتایا گیا جو مجھے بارہا
عشق میں ہو نہ جانا کہیں مبتلا

پی کے امرت کا پیالہ جو رسوا ہوا
خُلد سے آدمی کو نکالا گیا

پھر بھی آدم کو احساس جب یہ ہوا
تھی خطا اس کی ، قدموں میں وہ جا گرا

کون صحرا میں کشتی بناتا رہا
کس کا بیٹا رہا سامنے ڈوبتا

کون نمرود کے سامنے ڈٹ گیا
آگ میں کود کر کون تھا بچ گیا

حُسنِ یوسف کو قیدی تھا کس نے کیا
تھی محبّت زلیخا کی یا تھی انا

دیکھنے کی جو خواہش ہوئی برملا
وہ ہوا طور پر جا کے جلوہ نما

کس کے آگے ہُوا ہیچ ، تختِ صبا
کون سمجھا پرندوں نے دی جو صدا

کس کو صحرا میں چھوڑا تھا بے یار سا
جس کے قدموں میں چشمہ رواں ہو گیا

کس کے کہنے سے بیٹا فدا ہو گیا
کس نے اس کو زمیں پر دیا تھا لِٹا

مردِ میدان تھا کون زخمی ہوا
تھا لہو جس کے قدموں میں جب وہ چلا

یہ سبھی عشق میں تھے ہوئے مبتلا
ورنہ ان کو جنوں تو نہیں تھا ہوا

جس نے بھیجے یہ سارے ، شہِ دوسرا
ان کو اپنی حفاظت میں رکھتا رہا

ہیں سبھی اُس کی تخلیق کا معجزا
جس نے یہ سب دکھایا مرا ہے خدا

ہو سکی تم سے ملاقات ، بہت تھوڑی ہے

ہو سکی تم سے ملاقات ، بہت تھوڑی ہے
اور پھر تم سے ہوئی بات ، بہت تھوڑی ہے

تم کو جی بھر کے ابھی دیکھا کہاں ہے میں نے
اب جو باقی ہے بچی رات بہت تھوڑی ہے

شمع کی طرح لُٹا دیتے ہیں جاں پروانے
پھر بھی پروانے کی اوقات بہت تھوڑی ہے

چاند سا چہرہ جو دیکھا تو یہ احساس ہوا
ساتھ تاروں کی تو بارات بہت تھوڑی ہے

جلد اب منزلِ مقصود نظر آئے گی
رہ گئی گردشِ حالات بہت تھوڑی ہے

طارق اب تم بھی ذرا جلدی سمیٹو بستر
پو پھٹا چاہتی ہے ، رات بہت تھوڑی ہے

بات دل کی وہ جیسے جان گئے

بات دل کی وہ جیسے جان گئے
میں نہ جو کہہ سکا ، وہ مان گئے

ڈال کر یوں گئے وہ مجھ پہ نظر
دے کے سر پر وہ سائبان گئے

روگ دل کو لگا لیا جب وہ
جلوۂ حسن دے کے دان گئے

دل کی دھڑکن نے شور اتنا کیا
ہم تو سمجھے ہمارے کان گئے

تھی ہماری ہی اوّل و آخر
وہ سُنا کر جو داستان گئے

اب تو پروا نہیں نتیجے کی
لے کے ایسے وہ امتحان گئے

بات اپنی سمجھ میں آ ہی گئی
پیار کی بول کر زبان گئے

اس محلّے میں اب ہے کیا رہنا
چھوڑ کر وہ چلے مکان گئے

طارق اُٹھو ہوا ہے وقتِ سحر
کان میں دے کے ہیں اذان گئے

ساتھ مشکل میں اگر شانہ بہ شانہ دے دو

ساتھ مشکل میں اگر شانہ بہ شانہ دے دو
درگزر کرنے کا اس کو بھی بہانہ دے دو

تم نے جانا ہے تو جاؤ کہ ہوئی دیر بہت
شب گزاری کو ہمیں آج یہ میخانہ دے دو

ہم تو اشعار میں لکھیں گے کہانی اپنی
تم بھی لکھنے کو ہمیں اپنا فسانہ دے دو

یہ جو بلبل نے نئی دُھن پہ ہے نغمہ چھیڑا
ہے اُداس اتنا، اسے کوئی ترانہ دے دو

اُس نے اب تک تو ستم ہم پہ روا رکھا ہے
اب اسے کھیلنے کو اور نشانہ دے دو

ہم کو بھیجا گیا دنیا میں عبادت کے لئے
اس کا تھوڑا سا ہمیں لطفِ شبانہ دے دو

زندگی تلخ حقیقت ہی سہی جی لیں گے
گاہے گاہے جو کوئی خواب سہانا دے دو

دور کچھ ہو گی تمہاری یوں اداسی طارق
خط اسے تم نے جو کرنے تھے روانہ دے دو

اس کی یاد آنکھوں میں آنسو سی بسی رہتی ہے

اس کی یاد آنکھوں میں آنسو سی بسی رہتی ہے
روشنی بھی کہیں جگنو سی بسی رہتی ہے

جب تلک سوچتا رہتا ہوں ترے بارے میں
میرے ماحول میں خوشبو سی بسی رہتی ہے

ذہن میں تیرے تصوّر کے کئی غنچے لئے
تیری تصویر ہی گل رُو سی بسی رہتی ہے

چاند نکلے تو نظر آتی ہے صورت تیری
عکس میں اس کے وہ مہ رو سی بسی رہتی ہے

گر محبّت سے ہو آباد گھرانہ کوئی
گھر کے اندر تو پری رو سی بسی رہتی ہے

طارق آئی ہے نظر تجھ میں وفا کی وہ جھلک
تیرے انداز میں وہ خُو سی بسی رہتی ہے

وہ جو ہو سامنے ، جذبات بدل جاتے ہیں

وہ جو ہو سامنے ، جذبات بدل جاتے ہیں
گھر کو لوٹیں تو خیالات بدل جاتے ہیں

اک محبّت کا نشہ کر کے تو دیکھو یارو
دیکھنا کیسے یہ دن رات بدل جاتے ہیں

ہم نے دیکھا ہے بدلتے ہوئے لوگوں کو اصول
دیکھ کر سود و زیاں ، بات بدل جاتے ہیں

ہر طرف مادہ پرستی کا ہے رجحان ہوا
شہر تو شہر ہیں ، دیہات بدل جاتے ہیں

کیوں کرے ہم پہ بھروسہ کوئی اس ملک میں تو
صرف موسم نہیں ، اوقات بدل جاتے ہیں

کام کوئی بھی کرو صاف ہو نیّت گر تو
جو عمل بھی ہو مکافات بدل جاتے ہیں

گر یقیں ہو کہ ہے مضبوط بچانے والا
دل میں آتے ہیں جو خدشات بدل جاتے ہیں

وقت کرتا ہے اثر سوچ پہ انساں کی بھی
جو پسند آتے ہیں نغمات ، بدل جاتے ہیں

وہ بدلتے ہیں جو دل اپنے خدا سے ڈر کے
انہی ابدال کے حالات بدل جاتے ہیں

لیلة القدر جو لائے مہِ رمضاں ہر سال
جن کو مل جاتی ہے یہ رات ، بدل جاتے ہیں

اس کے احسان ہوئے ہم پہ جو سوچیں طارق
شکر کے سجدوں میں لمحات ، بدل جاتے ہیں

سکونِ قلب ، اطمینان پایا

سکونِ قلب ، اطمینان پایا
خدا کا ہم نے جب وَجدان پایا

ہماری زیست کا مقصد عبادت
خدا کا ہے یہی فرمان پایا

خدا کے ذکر سے لب ہیں معطّر
ہے جب سے قلب نے عرفان پایا

جو کی خلقِ خدا پر ہم نے شفقت
تو اس کے حق میں سب قرآن پایا

اگر بانٹیں کسی کو ہم نے خوشیاں
مسرّت کا ہے خود سامان پایا

نہیں ہے گر عمل باتیں فقط ہیں
تعلّق پھر فقط بے جان پایا

نہیں ممکن محبّت ہم کریں پر
نہ اب تک ہو وہ یہ پہچان پایا

کٹھن ہوتی ہیں سب نیکی کی راہیں
چلے تو ہر قدم شیطان پایا

بلندی پر اگر اپنی ہو منزل
ہے کس نے راستہ آسان پایا

عجب حسن و محبّت کی کہانی
کہ زنداں میں مہِ کنعان پایا

خزانے اشک بن کر دل سے نکلے
جو موتی کو سرِ مژگاں پایا

اسی ظالم سے دردِ دل ملا تھا
اسی سے درد کا درمان پایا

نہ بخشے ہم گئے تو فائدہ کیا
اگر قسمت سے ہے رمضان پایا

جو بیٹھے صحبتِ صادق میں طارقؔ
وہیں سے ہم نے سب فیضان پایا

میں ترے پیشِ نظر گو پسِ منظر ہوتا

میں ترے پیشِ نظر گو پسِ منظر ہوتا
مجھ کو حسرت ہی رہی میں بھی قلندر ہوتا

میں فلک پر جو چمکتا ہوا اختر ہوتا
اثر انداز تِرا کچھ تو مقدّر ہوتا

تو نہ ملتا تو کسی قیس کا مظہر ہوتا
تُجھ کو پاتا تو مقدّر کا سکندر ہوتا

جاں لُٹانے کا سبق پیار میں ازبر ہوتا
میں جو دنیا میں محبّت کا پیمبر ہوتا

وہ چلا جاتا وہاں تک جہاں امبر ہوتا
طارق اس راہ میں ہوتا جہاں دلبر ہوتا

تم سے ملنے اگر گئے ہوتے

تم سے ملنے اگر گئے ہوتے
یہ مقدّر سنور گئے ہوتے

ہم بتوں سے فریب کھا بیٹھے
ورنہ کیا کیا نہ کر گئے ہوتے

زندہ رہنا تمہی سے سیکھا ہے
ورنہ ہم کب کے مر گئے ہوتے

ایک تم ہی نے روک رکھا ہے
کب سے ہم اپنے گھر گئے ہوتے

چپ رہے ہم ادب کے مارے بس
کیا نہ ہنگامہ کر گئے ہوتے

ہم نے سیکھی وفا بھی تم سے ہے
ورنہ کب کے بکھر گئے ہوتے

تم اگر لیتے امتحاں اپنا
ہم تو جاں سے گزر گئے ہوتے

دل پہ کیا کیا نہ پھر گزر جاتی
دیکھنے اس کو گر گئے ہوتے

طارق اتنا جو انتظار کیا
اور تھوڑا ٹھہر گئے ہوتے

دل اگر اپنا مسلمان کہیں ہو جاتا

دل اگر اپنا مسلمان کہیں ہو جاتا
صورتِ وصل کا امکان کہیں ہو جاتا

ہم نے سودا اِسے بس سود و زیاں کا سمجھا
دوستی ہوتی تو نقصان کہیں ہو جاتا

عمر بھر اوروں سے ہی ہم نے شناسائی کی
ذات کا اپنی بھی عرفان کہیں ہو جاتا

وقت گزرا ہے جو دن رات تگ و دو کرتے
کاش اس ذات پہ قربان کہیں ہو جاتا

ہم چلے آئے تھے محفل میں یہ امّید لئے
عام بخشش کا ہی اعلان کہیں ہو جاتا

پیار کی ایک نظر ہم پہ بھی پڑ جاتی اگر
جلوۂ حسن کا سامان کہیں ہو جاتا

سایہ بادَل کا مرے سر پہ حفاظت کرتا
راستہ میرا بھی آسان کہیں ہو جاتا

ہم کو حیوانوں سے خطرہ نہیں آزاری کا
صرف انسان جو انسان کہیں ہو جاتا

صاحبِ فہم و ذکا مانتے تجھ کو لیکن
اس طرح عقل کا فقدان کہیں ہو جاتا

ہم بھی کچھ دیر سکوں ، چین سے رہتے طارق
اپنے قابو میں جو شیطان کہیں ہو جاتا

گفتگو میں شہد سا موجود ہے

گفتگو میں شہد سا موجود ہے
دل میں اس کی نہر کیا موجود ہے

دیکھنے خود کو مرے گھر آگئے
یوں تو گھر میں آئنہ موجود ہے

اُس نے مجھ سے بے خودی میں کہہ دیا
یاد میں ماضی تِرا موجود ہے

سارے لوگوں کے لئے تشویش ہے
کس کا چہرہ اب کُھلا موجود ہے

ہے یہاں مسجد کہیں مندر کہیں
ہر گلی میں میکدہ موجود ہے

جو گیا دیکھا نہ پھر مُڑ کر اسے
یہ خودی کا مسئلہ موجود ہے

کس کو ہے معلوم اپنی ابتدا
ہے یقیں پر ، انتہا موجود ہے

ناگنیں پھر سے بنا کر پھینکیئے
میرے ہاتھوں میں عصا موجود ہے

میری باتوں سے تسلّی ہو گئی
یا کہیں اب تک خلا موجود ہے

ڈھونڈنے طارق جسے نکلے تھے ہم
وہ خدا تو ہر جگہ موجود ہے

آ گئے ہیں جو یہاں اب نہیں جانے والے

آ گئے ہیں جو یہاں اب نہیں جانے والے
میکدے سے نہیں آئیں گے اٹھانے والے

تشنہ لب پیاس بجھائیں گے تو جائیں گے کہیں
چشمۂ فیض پہ آئے ہیں جو آنے والے

وقت کی بات ہے پکڑے گی مکافاتِ عمل
کب سکوں پائیں ، فقیروں کو ستانے والے

روح بیتاب ہے ، دل تیرے بنا ہے بے کل
ختم ہوتے ہیں کہاں لمحے رُلانے والے

اُٹھ کے اب ہم تری محفل سے کہاں جائیں گے
یونہی کہتے ہیں یہ بے پر کی اُڑانے والے

ہم نے دھوکہ نہیں کھایا تجھے دیکھا جب سے
گو ملے ہم کو بہت خواب دکھانے والے

دب نہیں سکتی ہے طارق کبھی حق کی آواز
ہوں گے خاموش یہی شور مچانے والے

سفر کا شوق بھی، دُشوار رہگُزار بھی ہے

سفر کا شوق بھی ، دُشوار رہگُزار بھی ہے
میں چل پڑا ہوں تو منزل کا انتظار بھی ہے

چمن میں پھول کھلے ہیں ، فضا میں خوشبو ہے
ہو الوداع اے خزاں ! ، کہہ رہی بہار بھی ہے

ہم اس سے پہلے بھی آئے ہیں اس طرف اکثر
مگر وہ آیا ہے جب سے یہاں قرار بھی ہے

ہمارا حوصلہ بڑھتا ہے اس کی رحمت سے
نظر میں اپنے گناہوں کا کچھ شُمار بھی ہے

نگاہ نیچی کئے سر جھکائے بیٹھے ہیں
ادب کا بھی ہے تقاضا ، کچھ اس سے پیار بھی ہے

مجھے خلوص سے انکار تو نہیں لیکن
عروج پر یہاں جذبوں کا کچھ نکھار بھی ہے

مرے لہو میں ہے باقی ابھی وفا کی مہک
ہزار بار دل و جان یہ نثار بھی ہے

نگار خانۂ دل میں بسا ہے عکس اُس کا
اسی کی نظرِ عنایت سے دل فِگار بھی ہے

نگاہِ شوق میں دیکھا ہے پیار بھی اس نے
ہماری بات پہ کچھ اس کو اعتبار بھی ہے

گمان ہے یہی طارق ، تمھیں محبّت ہے
جو اُس کا تذکرہ ہے ، ذکر بار بار بھی ہے

دشمن کو تو ہم یوں کبھی خاطر میں نہ لائے

دشمن کو تو ہم یوں کبھی خاطر میں نہ لائے
اپنوں کو بھی دیکھا ہے ، مگر ہوتے پرائے

ماضی کے دریچوں میں بھی جھانکا تو یہ دیکھا
پہلے بھی ستم ہم پہ ، زمانے نے ہیں ڈھائے

جب جب بھی ہوئے شمع بجھانے کے وہ درپے
دیکھے ہیں ، اندھیروں کے ، سمٹتے ہوئے سائے

یہ عشق کے شعلے تو بجھے ہیں ، نہ بجھیں گے
آداب محبّت کے ، انہیں کون سکھائے

ہم جان ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں کب سے
دنیا ہمیں کیوں موت کی دھمکی سے ڈرائے

پہلو میں مرے بیٹھ کے ، دل اس کا ہوا ہے
کیا حسن کے جلووں نے ہیں ، اعجاز دکھائے

روحوں کو تھی امّید ، کہ اب اترے گا پانی
ساقی بھی کوئی آئے گا جو پیاس بجھائے

جب آ گیا ، منہ پھیر لیا ایسے انہوں نے
جیسے کوئی دلدوز خبر ان کو سنائے

اب سب کے لئے ، اذنِ دعا ، پھر سے ہوا ہے
بخشش کے طلب گار ہوئے ، ہاتھ اُٹھائے

طارق نے اشاروں میں جو اظہار کیا ہے
الفاظ میں جذبوں کے ہیں طوفان سمائے

مزید پانے کی خواہش جو بے تحاشا ہے

مزید پانے کی خواہش جو بے تحاشا ہے
اسی سبب سے یہ دنیا میں سب تماشا ہے

ملا ہے جو ، اسے اب چھوڑ دیں ، نہیں ممکن
جتن ہزار کئے، تب اسے ، تلاشا ہے

حسیں بدن کی لطافت نے خود گواہی دی
اُسے کسی نے بڑے پیار سے تراشا ہے

ترے نشان جو دیکھے تو آنکھ بھیگی ہے
ترا جو ذکر سُنا ، دل یہ ، ارتعاشا ہے

مزاج اپنا ، بدلتا نہیں ہے ، دم بھر میں
کہ پل میں سیر ہے ، اگلے ہی پل وہ ماشہ ہے

کسی کو چوٹ جو آئے دُکھے ہے دل اپنا
کوئی بشر ہو ، کسی کے جگر کا قاشا ہے

تم ان کا ذکر مرے سامنے کیا نہ کرو
ستم گروں نے مری روح کو خراشا ہے

کہاں پہ لے کے چلے جائیں دردِ دل اپنے
جہاں میں امن ہو طارق ، سبھی کی آشا ہے

❁ ❁ ❁

لوگ تنہائی کا جو اتنا گلِا کرتے ہیں

لوگ تنہائی کا جو اتنا گلِا کرتے ہیں
بیٹھ کر سوچیں وہ کتنوں کا بھلا کرتے ہیں

جو بھی شاعر تری صحبت میں رہا کرتے ہیں
کوئی اچھی سی غزل ہی وہ کہا کرتے ہیں

داستاں تیری عیاں ، چہرے سے ہوتی ہے مگر
ہم بصد شوق کئی بار پڑھا کرتے ہیں

تیرے دیدار کو پائیں ، ترے ہمراہ رہیں
ہم بہانے تو کئی ڈھونڈ لیا کرتے ہیں

تیرے ہونٹوں کے تبسّم سے جو آتی ہے بہار
دل کے گلشن میں تبھی پھول کھلا کرتے ہیں

بستیاں ہوتی ہیں ویران ، سبب کچھ تو ہے
ہم سے ربّ تو نہیں ناراض ، پتہ کرتے ہیں

رات دن اپنے ہی کاموں سے جو فرصت نہ ملے
زندگی خاک ہے گر ایسے جیا کرتے ہیں

طارق ان قدرتی آفات سے مل جائے نجات
آؤ ہم مل کے سبھی خاص دُعا کرتے ہیں

زمیں پہ شورِ قیامت مچا گئے یارو

زمیں پہ شورِ قیامت مچا گئے یارو
خبر ملی ہے مسیحا تو آ گئے یارو

نیا اب آسماں اور اک نئی زمیں ہو گی
یہ مژدہ آ کے وہ سب کو سنا گئے یارو

دلیل لے کے وہ آئے تو ہم نے مان لیا
نشان بھی تو سبھی ہیں دکھا گئے یارو

وہ نور لائے تو ہر سمت روشنی پھیلی
کہ ظلمتوں سے ہمیں ، وہ بچا گئے یارو

اماں میں آ گئے ہم امن کی پناہ میں ہیں
رہائی قیدوں سے کتنی دلا گئے یارو

زمانے بھر میں مخالف بگولے اُٹھے ہیں
ہمیں تو اور بھی اونچا اُڑا گئے یارو

چراغ کیسے بجھیں گے یہ اِن کی پھونکوں سے
ملائک ان کو خدا کے جلا گئے یارو

قبول کرنے کو اسلام ، لوگ دعوت دیں
عقیدہ کوئی نیا کب بنا گئے یارو

ہمیں امّید ہے چشمے انہی سے پھوٹیں گے
جو دل ہیں مولوی ، پتھر بنا گئے یارو

ہمارا کام ہے پیغام جگ کو دے دینا
کہے نہ کوئی کہ ہم کچھ چھپا گئے یارو

خدا گواہ کہ توحید پر ہیں قائم ہم
یہی تو پہلے تمہیں دے صدا گئے یارو

ہے دی شہادتِ اعلٰی شہید ہونے کی
وفا وہ ہر قدم اپنی دکھا گئے یارو

بہت سے آئے تھے دعویٰ لئے مٹا دیں گے
دکان اپنی وہ کب کی بڑھا گئے یارو

پھلے گا پھلیے گا پھولے گا یہ شجر اب تو
اسے خدا کے فرشتے لگا گئے یارو

قریب ہے وہ مدد اب خدا کی آئے گی
وہ اپنی فتح کا نعرہ لگا گئے یارو

تمہیں نوید ہو طارق طلوعِ صبحِ نو
گلے ملیں گے سبھی دن وہ آ گئے یارو

زندگی ہے یہ امتحان ہی کیا

زندگی ہے یہ امتحان ہی کیا
لب پہ اٹکی رہے گی جان ہی کیا

جلوۂ حسن بھی کبھی ہو گا
یا رہے گا فقط گمان ہی کیا

جاتے جاتے وہ کر گئے احساں
حسرتیں دے گئے ہیں دان ہی کیا

ہم کہاں جائیں لے کے محرومی
اک مخالف ہے آسمان ہی کیا

ہم کو دل سے نکال پھینکا جب
ٹُوٹا رشتہ تو خاندان ہی کیا

عشق پر ہی غرور ہوتا ہے
عاشقوں کی ہے اور شان ہی کیا

کر سکے تم نہ جب حفاظت پھر
شہر میں امن کیا ، امان ہی کیا

کچھ تو کہتے مری حمایت میں
جس پہ تالے ہوں وہ زبان ہی کیا

دوسرا اک جہان اور بھی ہے
ہم پہ آساں تھا یہ جہان ہی کیا

معذرت تھا بھلا ، کہ کر لیتے
حسن اُس کا ہوا بیان ہی کیا

طارق اپنے ہی گھر کو لوٹ چلیں
دل جو خالی ہو پھر مکان ہی کیا

دیکھ سکتے ہی نہیں نورِ عیاں سے آگے

دیکھ سکتے ہی نہیں نورِ عیاں سے آگے
ہم پہنچ پائیں گے کیا اس کے مکاں سے آگے

ہم جو اُڑ پاتے ، پہنچ جاتے تجھے ملنے ضرور
سوچتے ہم جو کبھی دونوں جہاں سے آگے

کیسے کہہ دوں ہے تعلّق اسے گہرا مجھ سے
گفتگو بڑھتی نہیں سود و زیاں سے آگے

کیسے سمجھاؤں اسے ہوش و خرد کی باتیں
عشق میں دل ہے فنا وہم و گماں سے آگے

کیا نہیں روح پہ میری ، کِھلے زخموں کے گلاب
رنگ دیکھے ہی نہیں تم نے یہاں سے آگے

تم سمجھتے رہے کچھ اور جو میں کہتا رہا
تم نے سمجھی ہی نہیں بات زباں سے آگے

میرے لفظوں کی صدا اور بھی اونچی ہو گی
بند آواز کریں گے جو اذاں سے آگے

جب بھی ٹپکا ہے لہو، اس سے صدا آئی ہے
تم کو دینا ہے حساب ایک زماں سے آگے

میرا جس روز سے ہے اس سے تعلّق طارق
اس سے رشتہ ہے مرا رشتۂ جاں سے آگے

وہ لمحے یوں خوشی بن کر بھی آئے

وہ لمحے یوں خوشی بن کر بھی آئے
ہمارے گھر وہ خود چل کر بھی آئے

ہم ان کے سامنے تھے وہ ہمارے
ہمارے خواب میں اکثر بھی آئے

بہار آئی چمن میں گُل کھلے ہیں
گلاب احمر ، شجر اخضر بھی آئے

ہوا جب دُور سایہ بادَلوں کا
تو نکلا چاند بھی اختر بھی آئے

ذرا احساس ہو جب تشنگی کا
نظر بارش کا پھر منظر بھی آئے

اگر دُکھ دل کو پہنچے ، ہے ضروری
کوئی موتی تو پلکوں پر بھی آئے

کہانی نے لیا ہے موڑ کب سے
دکھانے راستہ ، رہبر بھی آئے

بدل ڈالا ہے ظاہر میں نے اپنا
یہ تبدیلی مرے اندر بھی آئے

مرے اندر جو لاوا پک رہا ہے
پھٹے آتش فشاں باہَر بھی آئے

خدا خود پاسباں کعبے کا طارق
کوئی ہاتھی اگر لے کر بھی آئے

اس سفر کی تکان کیا کم ہے

اس سفر کی تکان کیا کم ہے
زندگی امتحان کیا کم ہے

اور کیا کیا مصیبتیں ہوں گی
سر پہ اِک آسمان کیا کم ہے

ہم جو باہَر نظر نہیں آتے
دیکھنے کو مکان کیا کم ہے

لے کے جائے ہوا جہاں چاہے
جو بچا بادبان کیا کم ہے

ہم کو رہتا ہے انتظار اس کا
اِس طرف اُس کا دھیان کیا کم ہے

موت نے آ کے در پہ دستک دی
یہ جو دیکھا نشان کیا کم ہے

اور کیوں بوجھ ڈالتے ہو اب
روح یہ ناتوان کیا کم ہے

کیوں نگاہیں ہوئی ہیں آوارہ
وہ حسیں مہربان کیا کم ہے

جلوۂ حسن کے نظارے کو
یہ زمان و مکان کیا کم ہے

کم ہوئی ہے سُخن کی گہرائی
سوچ کی اب اُڑان کیا کم ہے

میری تعریف اب نہ اور کرو
مجھ کو پہلے گمان کیا کم ہے

تُم جو اتنے گواہ لائے ہو
ایک میرا بیان کیا کم ہے

کس قبیلے سے ہو ، بتانے کو
روک دینا اذان کیا کم ہے

کیا ضرورت تھی ، تیغ لائے ہو
کاٹنے کو زبان کیا کم ہے

میرے گلشن کی آبیاری کو
ایک ہے باغبان ، کیا کم ہے

اس کڑی دھوپ میں مرے سر پر
طارقؔ اک سائبان ، کیا کم ہے

جو ہم نے عالمِ کون و مکان دیکھا ہے

جو ہم نے عالمِ کون و مکان دیکھا ہے
جہاں پڑی ہے نظر اک جہان دیکھا ہے

کسی کی چشمِ تلطّف نے کر دیا گھائل
نہ اُس سا کوئی حسیں ، مہربان دیکھا ہے

ہمیں خوشی سے گزرنا ہے آزمائش سے
ہوئے ہیں سرخرو جب امتحان دیکھا ہے

سوال کرنے سے پہلے ذرا یہ سوچ تو لو
وہ کون ہے جسے اتنا مہان دیکھا ہے

طلسمِ ہوش رُبا کے نہیں یہ قصّے جو
سنا ہے تم نے جو ہم نے ہر آن دیکھا ہے

شکار کرنے جو آئے ، شکار ہو کے چلے
نگاہ تیر تو ابرو کمان ، دیکھا ہے

کُھلے ہیں علم کے ، عرفان کے جو دروازے
کہیں پہ اور کیا ایسا گیان دیکھا ہے !

ہمیں یقین کی جانب کچھ اور بڑھنا ہے
دُھوئیں سے آگ کا اب تک گمان دیکھا ہے

نہیں ہے دل کی تسلّی جو ہو نہ وصل نصیب
ہوئی ہے گفتگو ، تو امتنان دیکھا ہے

پڑیں رہیں گے اسی در پہ ہم یونہی طارق
یہیں پہ ہوتے ہیں سب کامران دیکھا ہے

سُنو یہ عشق کے مارے برے نہیں ہوتے

سُنو یہ عشق کے مارے برے نہیں ہوتے
برا ہو ایک تو سارے برے نہیں ہوتے

تمھارے ساتھ نصیبوں نے کھیل کھیلا ہے
یہ آسمان کے تارے برے نہیں ہوتے

تم ایک بار اتر کر تو دیکھو میداں میں
کھلاڑی سب ہی جو ہارے، برے نہیں ہوتے

بہت سے رہ گئے نازاں تھے جو کہ ہمّت پر
جو اس نے پار اتارے ، بُرے نہیں ہوتے

بہت سے لوگ ، بہت نرم دل بھی رکھتے ہیں
امیر سب تو بچارے برے نہیں ہوتے

ہمارے دیس میں آؤ کبھی تو دیکھو گے
کہیں بھی جاؤ نظارے برے نہیں ہوتے

تمہیں بھی مل کے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا
ہمارے جو بھی ہیں پیارے برے نہیں ہوتے

دلوں کو پاک کرے وہ تو صاف دل ہو ویں
خدا نے جو ہوں سنوارے برے نہیں ہوتے

جہاں جہاں پہ بھی طارق گئے یہ دیکھا ہے
بنے جو دوست ہمارے ، برے نہیں ہوتے

جو چھپا رکھا تھا چہرہ کُھل گیا

جو چھپا رکھا تھا چہرہ کُھل گیا
حسن کا ہم سے جو پردہ کُھل گیا

آنکھ سے ٹپکا ہے خونِ دل مگر
کوچۂ جاناں کا رستہ کُھل گیا

زلف اس نے کھول دی جب شام کو
رات کی آمد کا عُقدہ کُھل گیا

اس نے پوچھے تھے چنیدہ کچھ سوال
رفتہ رفتہ سارا پرچہ کُھل گیا

تھی خزانے کی ہمیں کب سے تلاش
وہ ملا تو سارا نقشہ کُھل گیا

چند لمحے اس کی صحبت میں رہے
آنکھ بھیگی ، دل کا دجلہ کُھل گیا

داستاں اس نے سنائی رات بھر
صبحدم اک اور قصّہ کُھل گیا

عمر بھر رکھی چھپا کر ساری بات
پیار سے پوچھا تو بندہ کُھل گیا

عشق سے پائی ہے طارق نے حیات
زندگی کا ہم پہ عقدہ کُھل گیا

تغزّل ہے، ترنّم ہے، سلاست ہے، روانی ہے

تغزّل ہے، ترنّم ہے ، سلاست ہے، روانی ہے
مجھے اک بات لیکن ، آج شعروں میں بتانی ہے

ہماری داستاں سن کر تمہیں بھی حوصلہ ہو گا
بہت جدّو جہد پھر کامیابی ، کامرانی ہے

خدا جانے ہماری زندگی کیا رنگ لائے گی
تموّج ہے، تلاطم ہے ، خیالوں کی جوانی ہے

حکومت، بادشاہی اور رعایا کے تعلّق میں
اگر انصاف ہو یہ امن کی روشن نشانی ہے

مبارک ساعتیں ہوتی ہیں ، دل پر جب اترتے ہیں
فرشتے اور روح القدس ، جب وہ رات آنی ہے

خدا جانے کب آئے گی وطن میں میرے تبدیلی
مگر لازم ہے ، ظالم کی بدلتی حکمرانی ہے

مجھے تکلیف دیتا ہے اگر کوئی کہے مجھ سے
مسلمانوں میں آخر کیوں یہ اتنی بے ایمانی ہے

اگر سُن لیں ہدایت وہ خدا نے ہے جسے بھیجا
تو شاید وہ سمجھ جائیں ، یہ نُسخہ آسمانی ہے

نہ بدلیں جو خدا نے آج تک ان کو نہیں بدلا
خدا نے صاف لفظوں میں بتائی یہ کہانی ہے

مجھے طارق یہ بیماروں سے کہنا ہے ادھر آؤ
مسیحا سے شفا پاؤ ، یہیں پر زندگانی ہے

گو فرشتہ نہیں، ہوں میں عاجز بشر

گو فرشتہ نہیں ، ہوں میں عاجز بشر
میری پرواز روکیں ، نہ دیوار و در

روک لوں میں قدم کیا یہی سوچ کر
دُور منزل ہے اور راستہ پُر خطر

میں تری رہنمائی میں چلتا رہا
تیری جانب ہوا ہے ، جو اب تک سفر

چھوڑ دے تُو اگر جاؤں گا میں کہاں
ٹھوکریں کھاؤں گا ، میں کہیں در بدر

چاہتا ہوں کہ آؤں بڑے شوق سے
تُو بُلائے اگر مجھ کو پھر اپنے گھر

میری ساری تمنّائیں پوری ہوئیں
کون سی تھی دعا جو رہی بے ثمر

فضل سے تُو نے اپنے عطا کر دیئے
ہر قدم ، ہر گھڑی ، متقی ، راہبر

مومنوں کو خلافت عنایت ہوئی
اس کے سائے میں بیٹھے ، ہے یہ وہ شجر

ہے سراسر خلافت کی برکت ہی یہ
کارواں ہے رواں ، تیری جانب اگر

تیری پوری ہوں طارق ، مرادیں سبھی
سامنے بس خُدا کے ، جُھکا اپنا سر

انہیں طارق مبارک ہوں ہمیشہ عید کی خوشیاں

عجب ہے عید کی برکت ، خوشی ہم سب مناتے ہیں
جو ہفتہ بھر نہ کھا پائیں ، وہ ہم اک دن میں کھاتے ہیں

خدا کی بارگہ میں گر قبولیّت ہو روزوں کی
فرشتے عید ملنے ، آسماں سے ، گھر پہ آتے ہیں

سُنا ہے عید کے دن وہ ، گلے ملتے ہیں لوگوں سے
یہی تو سوچ کر ہم عید ملنے ان سے جاتے ہیں

خدا نے یہ بنایا ہے خوشی کا دن ، منائیں ہم
عزیز اپنے جو بچھڑے ہیں ، اگرچہ یاد آتے ہیں

ہم اپنے دوستوں کو یاد رکھتے ہیں خوشی میں پھر
انہیں بھی بانٹتے ہیں اپنے گھر میں جو پکاتے ہیں

گزارے تھے جو دن قربت میں ان کی وہ ہمیں اکثر
ابھی تک رات کو سپنوں میں آ آ کر ستاتے ہیں

انہیں طارق مبارک ہوں ہمیشہ عید کی خوشیاں
جو مجنوں ، قدر کی لیلیٰ ، مہِ رمضاں میں پاتے ہیں

ایک دن تُجھ کو پڑے گی جو ضرورت میری

ایک دن تُجھ کو پڑے گی جو ضرورت میری
تجھ کو یاد آئے گی اُس روز یہ چاہت میری

یوں تکبّر سے مجھے دیکھ کے منہ پھیر نہ تُو
میں تِرا دوست ہوں ، بدلی نہیں الفت میری

میں ترے کوچہ سے جاؤں گا ، تو یاد آؤں گا
جب رہے گی نہ ترے سر پہ حفاظت میری

تُجھ کو پیغام عداوت کا ، محبّت سے دیا
بُغض بڑھاتا ہے دل میں ترے ، نفرت میری

تُو جنہیں اپنا سمجھتا ہے ، ترے دشمن ہیں
ہے عزیز ان کو مفاد اپنا ، عداوت میری

کُھل کے آجائیں گے یہ سامنے تیرے ، گر تُو
ہوش سے کام لے ، سُن لے جو ہدایت میری

نظر انداز کیا میں نے انہیں عرصے تک
اب تو برداشت سے باہَر ہوئی طاقت میری

کب تلک ان کے اشاروں پہ چلا جائے گا
وقت ہے اب بھی کہ روکے ، تجھے دعوت میری

تُو زیاں کار تو ہے ، سود فراموش نہ بن
کھو کے احساسِ زیاں ، توڑ نہ ہمّت میری

اے مرے دوست مجھے اپنا تُو دُشمن نہ سمجھ
یہ سمجھ ، آئینہ دکھلانے کی جرأت میری

تو جو سادہ ہے ، مری بات ذرا غور سے سُن!
جھوٹ بتلاتا ہے تُجھ کو یہ ،" اہانت " میری

میرا دل چیر کے دیکھیں تو نظر آئے انہیں
ہر طرف دینِ محمّد سے محبّت میری

طارق اتنا ہی خدا مجھ سے ہے ، ناراض اگر
کیوں جہاں بھر میں بڑھی جاتی ہے عزّت میری

نشّۂ عشق میں ، اک جلوے نے ، سر شار کیا

نشّۂ عشق میں ، اک جلوے نے ، سر شار کیا
داستاں اپنی ہی لے کر اسے اشعار کیا

تجھ کو دیکھا ہے تو کھو بیٹھے ہیں سب ، عقل و خرد
کیسی مشکل سے ترے حسن نے دو چار کیا

تُو نے اظہارِ وفا ، ایسے کیا ہے مجھ سے
یوں لگے ، مجھ کو مرے یار نے بیمار کیا

تیرے آ جانے سے دل زور سے دھڑکا میرا
جو خوشی دل کو ملی ، چہرے سے اظہار کیا

اب چلے جاتے ہیں کچھ لوگ اسی رستے پر
تُو نے جس رستے پہ انعاموں کا انبار کیا

آ گئے چاہنے والے تو یہ در وا پایا
تُو نے ملنے سے کسی کو بھی نہ انکار کیا

لوگ یوں ہی تو نہیں جان لُٹاتے تجھ پر
تُو نے خود ان کو محبّت میں گرفتار کیا

عالمِ شوق میں اک کیف ، تجھے پانے کا
رقص بے ساختہ دل نے ، مری سرکار کیا

ایک جذبہ ہے مجھے لے کے چلا آیا ہے
میں نہیں جانتا ، کب کس نے ، یہ تیاّر کیا

شکر کرنے کو مجھے تیرا ، نہ الفاظ ملیں
تُو نے ابلیس کے ہر حربے کو بے کار کیا

اس کی یہ خاص عطا ہے جو یہ توفیق ملی
تُو نے طارق ، سرِ محفل ہے یہ اقرار کیا

جو نُور کائنات میں ، شمس و قمر میں ہے

جو نُور کائنات میں ، شمس و قمر میں ہے
جلوہ نما ہوا وہی ، قلب و نظر میں ہے

گزری ہے تیری جستجو میں جو گھڑی وہی
سرمایۂ حیات مرا ، اس سفر میں ہے

گزرے بغیر اس سے ، پہنچ پائیں گے کہاں
وہ امتحان جو کہ ابھی رہ گزر میں ہے

کب تک رہے گی رات اندھیرا کئے ہوئے
اب اور کتنی دیر ، طلوعِ سحر میں ہے

خود کو بدل نہیں سکی دنیا جو آج تک
اب کوئی انقلاب کا منظر ، نظر میں ہے

منبر پہ درس دینے کے معیار گر گئے
واعظ جو بولتا ہے نگہِ معتبر میں ہے ؟

تسلیم کر کے بات مری اس نے یہ کہا
کہتے تو سچ ہو ، سچ مگر اب کس نگر میں ہے

چرچا جو اس کے حسن کا پھیلا ہے چار سُو
کوئی تو بات پیشِ نظر ، اس خبر میں ہے

طارق اب انتظام تو کچھ ہونا چاہیئے
کہتے ہیں کوئی شور نیا بحر و بر میں ہے

چاندنی رات میں جگنو اڑے ، کیا دیکھو گے

چاندنی رات میں جگنو اڑے ، کیا دیکھو گے
چاند دیکھو گے اگر دیر سے ، کیا دیکھو گے

سوزِ دل ، سازِ محبّت سے ملا کر جو سُخن
یاد میں گل کی ، جو بلبل کہے ، کیا دیکھو گے

حُسنِ یوسف کی جھلک دیکھنے کی تاب نہیں
تم ہو انگُشت بدنداں ، اُسے کیا دیکھو گے

مرتے لوگوں کا بھی نظّارہ نہ کر پاؤ تم
زندگی مُردوں کو پاتے ہوئے کیا دیکھو گے

مجھ کو فرصت تو نہ تھی پھر بھی جو ہم ساتھ رہے
یاد کرتے ہوئے وہ دن ، مجھے کیا دیکھو گے

وہ حسیں ، اس کے ہیں سر پر مرے احسان بہت
اشک سجدے میں ہیں کتنے گرے ، کیا دیکھو گے

دل سے قائل ہے ، مگر پھر بھی ترے سامنے اب
طارق اظہارِ محبّت کرے ، کیا دیکھو گے

یہ اگر سلسلہ نہیں ہوتا

یہ اگر سلسلہ نہیں ہوتا
اُس سے پھر رابطہ نہیں ہوتا

جس نے خود ہاتھ سے بنایا ہو
وہ کبھی لاپتہ نہیں ہوتا

بات ہم کو ادھوری لگتی ہے
جب تِرا تذکرہ نہیں ہوتا

بات کرنے کو دل تو کرتا ہے
" کیا کریں حوصلہ نہیں ہوتا "

جانیں کیا وصل کا مزہ جن کو
ہجر کا تجربہ نہیں ہوتا

مجھ سے جاتے ہوئے کہا اس نے
دُور کیوں فاصلہ نہیں ہوتا

جن کی اونچی اُڑان ہوتی ہے
اُن کا کیا گھونسلہ نہیں ہوتا

دل میں ہوں وسوسے ہزار اگر
حل کوئی مسئلہ نہیں ہوتا

جب کسی کو دیا ہو دل پھر تو
عاشقی مشغلہ نہیں ہوتا

صاف گر دل ہوا ہو اس میں پھر
کِبر کا داخلہ نہیں ہوتا

طارق اُس کو بُھلائیں گے کیونکر
ہم سے یہ مرحلہ نہیں ہوتا

اُس نے پوچھا تو مُدّعا ہم سے

اُس نے پوچھا تو مُدّعا ہم سے
کیسے آئے ہو ، یہ کہا ہم سے

بد گُمانی تو تھی زمانے کو
اُس کو کوئی نہ تھا گلہِ ہم سے

ہم نے کب دوسروں کی پروا کی
فکر تھی وہ نہ ہو خفا ہم سے

کشتیِ نوح میں ہیں سوچیں اب
چاہتا کیا ہے ناخُدا ہم سے

زندگی ہے سو وہ اسی کی ہے
اور مانگے گی کیا قضا ہم سے

سوچ لو ! راہ یہ کٹھن ہے ذرا
اُس نے پوچھا تھا بارہا ہم سے

چل پڑے ہم بھی ساتھ ساتھ اُس کے
اور کتنے تھے با وفا ہم سے

جان طارق نثار اُس پہ کی
اِس سے بڑھ کر نہ کچھ ہوا ہم سے

دامنِ تر سے نہیں، داغوں کو دھونا آیا

دامنِ تر سے نہیں ، داغوں کو دھونا آیا
ہم کو پلکوں پہ نہیں اشک پرونا آیا

بھول جائیں گے اسے ہم نے یہ سوچا تھا مگر
ذکر اس کا تو نہ تھا، پھر بھی ہمیں رونا آیا

کھیل کر مجھ سے ذرا دیر ، پرے پھینک دیا
ہاتھ میں اس کے نیا جیسے کھلونا آیا

زخم اس نے جو کریدے ہیں مرے ماضی کے
یاد مجھ کو بھی کہاں ، درد کا ہونا آیا

ہاتھ میں ہاتھ دیا اس کے تو محسوس ہوا
جیسے قسمت سے مرے ہاتھ میں سونا آیا

باغباں خوش ہوا تعریفِ گُل و لالہ سے
اس کے کچھ کام تو ان پودوں کا بونا آیا

کتنے بیمار ہیں ، ہر روز شفا پاتے ہیں
ایک اب تک نہیں قابو میں کرونا آیا

آؤ طارق کریں کچھ کام زمانے کے لئے
یاد کس وقت ہمیں ، وقت کا کھونا آئی

کوئی ضروری نہیں ، واردات ، بھی کرنا

کوئی ضروری نہیں ، واردات ، بھی کرنا
جو پیش آئے رقم ، حادثات ، بھی کرنا

حقیقتوں سے شناسائی تو ضروری ہے
بیاں ہمارے لئے واقعات بھی کرنا

جہان بھر کے پس و پیش جانتے ہو تم
جو ہو سکے کبھی عرفانِ ذات بھی کرنا

تمہارا زندہ خدا ہے وہ اب بھی بولتا ہے
تمہیں یہ چاہئے تم اس سے ، بات بھی کرنا

اگر سکون میسّر ہے زندگی میں تمہیں
خدا کا شکر سدا ، دن بھی ، رات بھی کرنا

بہت مریض ، مسیحا کے انتظار میں ہیں
حوالے اس کے کبھی اپنا ہات بھی کرنا

تمہیں یہ چاہئے ہاتھ اس کا تھام کر تم بھی
کرو جو توبہ ، دعائے نجات بھی کرنا

کبھی جو ہو سکے ، تم سے تو یہ بھی لازم ہے
کہ نیکیوں کی طرف التفات بھی کرنا

بہت ہی سہمے ہوئے خوف سے ہیں جو چہرے
انہیں تسلّی دلانے کے بات بھی کرنا

محبّتوں کی نشانی ہے جاں لُٹا دینا
تم اس کو پیش یہ اپنی حیات بھی کرنا

محبّتوں کے تعلق میں کہہ گیا کوئی
جو خواب دیکھے ، کبھی تجربات بھی کرنا

کہیں اگر ملے ، طارق اسے یہ کہہ دینا
بُرا نہیں ہے کبھی ، خواہشات بھی کرنا

من میں چین کہاں پر ہووے، نین جو اس سے لاگے

من میں چین کہاں پر ہووے ، نین جو اس سے لاگے
راہ تکے ہیں اُس کی ہر پل ، سب سُکھ چین تیاگے

آس کی دیوی رات کو آ کر میٹھی نیند سُلاوے
سپنوں میں آ جائے پھر وہ ، اس کارن ہم جاگے

مدھم مدھم سُر میں اُس کے گیت فضا میں گونجیں
راگ کے سارے سر گم مل کر جُھک گئے اُس کے آگے

دھرتی اور آ کاش نے مل کے ، کر ڈالا سب دان
قسمت کی دیوی نے جو کچھ لکھا اپنے بھاگے

پوجا پاٹ سے بڑھ کر راضی ہوتا ہے بھگوان
سیوک جو بندوں کا ، اس کے سیس نوائے آگے

مالک کی کرپا ہو جس پر ، ساجن اس کے سارے
عزّت ، شہرت ، دَھن دولت پھر اس کے پیچھے بھاگے

من میلا ، تن اُجلا ، اِن کا باہر ، بھیتر اور
بگلا بھیس سے بہتر ہیں ، جو شور مچائیں کاگے

طارق آتے جاتے راہ میں دیکھا کر ہر اور
جو بچ کر چلتا ہے اس کو ، کاہے ٹھوکر لاگے

عجب ہے کیا کہ مجھے وہ نظر نہیں آتا

عجب ہے کیا کہ مجھے وہ نظر نہیں آتا
مجھے ہی دیکھنا ، اُس کو اگر نہیں آتا

کنارے بیٹھ کے سیکھا نہ کوئی تیراکی
ندی میں تیرنا ، تو بے خطر نہیں آتا

ہے موسموں کی عنایت کہ آتے رہتے ہیں
مگر یہ وقت ہے ، جو لوٹ کر نہیں آتا

جُدا ہوں اُس سے تو مشکل سے دن گزرتا ہے
سُکون اُس کو بھی تو رات بھر نہیں آتا

یہ اور بات ہے منزل ہمیں ملے نہ ملے
کوئی بھی کہہ نہیں سکتا سفر نہیں آتا

جو لوگ ہوتے ہیں باعث عذاب کا ، اکثر
شروع شروع میں عذاب ان کے گھر نہیں آتا

محبّتوں کا تعلّق بڑا ضروری ہے
ہوں پیڑ تنہا ، تو اُن پر ثمر نہیں آتا

یہ ماہتاب ، تلاطم بپا کرے ورنہ
سمندروں میں بھی مدّ و جزر نہیں آتا

جو بیٹھے نوح کی کشتی میں ان کو کیا ڈر ہے
ڈبونے ان کو کوئی بھی بھنور نہیں آتا

عجیب کیا نہیں طارق ، کہ ہر طرف ہیں مریض
مگر زمیں پہ مسیحا اُتر نہیں آتا

❁ ❁ ❁

جب ضروری ہو کچھ کہا جائے

جب ضروری ہو کچھ کہا جائے
جرم ہے یہ کہ چپ رہا جائے

قتل ہوں بے گناہ لوگ مگر
بند آنکھوں کو کر لیا جائے

دل کی آواز کو سُنا جائے
شورِ محشر بپا کیا جائے

ظلم اپنے بھی گھر پہ دستک دے
روک اس کو نہ گر لیا جائے

حرصِ دنیا کے ہیں ضمیر اسیر
کر کے ان کو رِہا ، رَہا جائے

بول کر سچ کبھی تو تھوڑی دیر
زندگی کا مزہ لیا جائے

اُس کی مرضی سے زیست جس نے دی
کیا ہے مشکل ، اگر جیا جائے

کب سے مذہب کے نام پر انساں
قتل ہوتا یونہی چلا جائے

اس سے شیطان کو خوشی ہوگی
خون بہنے اگر دیا جائے

یہ زمیں سُرخ ہو چکی ہے اب
آگ اس کو نہ اب جلا جائے

طارق اب یہ جہان بدلے گا
چپ وطیرہ نہ کر لیا جا

نہ دیکھ پائیں گے ہم ، گر وہ بے نقاب آیا

نہ دیکھ پائیں گے ہم ، گر وہ بے نقاب آیا
ہمیں تو وصل کی خواہش سے بھی حجاب آیا

مدد کو آؤ گے کیا تم ، جو رُوبرو ہوں گے
کسی سوال کا ہم کو نہ گر جواب آیا

ہوا میں جب ہوئی تحلیل اِس کی حدّت سے
" یقین ہو گیا شبنم کو آفتاب آیا "

گیا تو پھر یہی سمجھو گیا تو اب یہ گیا
نہیں ہے لوٹ کر آخر کبھی شباب آیا

جو مُڑ کے ڈالتے ہیں زندگی پہ ایک نظر
ہمیں تو یوں لگے سوتے میں کوئی خواب آیا

جہاں گیا ہوں قناعت کو ساتھ لے کے گیا
میں حسرتوں کو کہیں راستے میں داب آیا

یہاں سے جاتے ہوئے فکر ہے تو اتنی ہے
کہوں گا جا کے یہ کیسے کہ کامیاب آیا

ہماری زیست یہاں اتنی دیر ہے طارقؔ
کہ بہتے پانی میں بارش کے ، اک حُباب آیا

ہم نے جو بے ساختہ چاہا، کیا

ہم نے جو بےساختہ چاہا ، کیا
کیا عجب ، اس نے ہمیں چلتا کیا

چاہیئے تھا جو ہمیں کرنا ، کیا
اس نے جو کچھ بھی کیا ، اچھا کیا

کھو گئے رنگینئ دنیا میں ہم
اس محبّت نے ہمیں ، رُسوا کیا

باغ میں بلبل نے گل سے یہ کہا
میں نہ تھی تو ، تم نے یاں کیا کیا ، کیا

وہ مرا پیغام سن کر چل دیا
پیار کا میں نے نہیں سودا کیا

عاشقی میں دل دیا تھا ، جاں نہیں
جان دی تب ، اس سے جب رشتہ کیا

یہ تو اس کے ظرف کا اظہار ہے
درگزر کر کے ، مجھے اپنا کیا

سوچتا ہوں کیوں یہاں بھیجا گیا
خاص کچھ مقصد تھا جو پیدا کیا

کھانا پینا جاگنا سونا تھا گر
حضرتِ انساں کو کیوں اعلیٰ کیا

فکرِ انساں کی رسائی فرش سے
عرش تک تھی ، یوں اسے اونچا کیا

تم بھی طارق یوں جیو ، وہ خود کہے
تم نے جو وعدہ کیا پورا کیا

زمین و آسماں، گردش میں رہتے ہیں جو سیارے

زمین و آسماں ، گردش میں رہتے ہیں جو سیّارے
یہ صحرا ، دشت و دریا ، کوہ و میداں کیوں بنے سارے

برستا ہے جو بادَل وہ تو پانی ایک ہی لائے
ہے میٹھا پانی دریا کا ، سمندر کیوں ہوئے کھارے

کئے مالک نے دانے ، کھیت میں ، باغوں میں پھل پیدا
تری تخلیق کی خاطر چلے یہ سلسلے سارے

نہ پائے سُقم کوئی تُو ،گُھما کر دیکھ نظروں کو
یہ تھک کر لوٹ آئیں گی ، جو دیکھیں سب یہ نظّارے

تجھے اے حضرتِ انساں کبھی فرصت ملے گر تو
ذرا سوچ ، ہے مقصد کیا تری تخلیق کا پیارے

اگر تو کھانا پینا ، جاگنا ، سونا ، ہی مقصد تھا
مویشی تھے بہت یہ کام کرنے کو یہاں سارے

جو صنّاعی شہد کی کر رہی ہے ایک مکھّی یاں
تجھے اب تک ملی توفیق کیوں نہ اب تلک پیارے

جو کیڑا ایک ، ریشم پیدا کرتا ہے بہت اعلیٰ
بنانے میں وہ خوبی ، تیرے حیلے ہیں سبھی ہارے

عطا کر کے دماغ ایسا ، پہنچ جس کی خدا تک ہے
تجھے اشرف بنایا تا کہ پہچانے اُسے پیارے

تِرا اس سے تعلق ہو محبّت کا ، جو دیکھے تُو
جہاں میں حُسن و احساں کے سبھی پھیلے جو نظارے

ترے دل میں بھی ہمدردی ہو کوئی نوعِ انساں سے
پرندے بھی اکٹھے ہوں ، مصیبت کے ہوں گر مارے

جو آنکھیں عقل کی کھولیں نظر آتا ہے وہ ہر سُو
عیاں جیسے ہو سورج دن میں ، چمکیں رات میں تارے

خبر پاتا ہے انساں کہکشاؤں کی ، یہاں بیٹھے
کیا روشن دماغ ایسا ، اُڑائے ہم نے طیّارے

خدا کا فضل ہو طارق ، تبھی یہ دل منوّر ہو
نہیں بہتے وگرنہ اس طرف یہ نور کے دھارے

کیسے کہہ دوں ہوا پرے کوئی

کیسے کہہ دوں ہُوا پرے کوئی
جب کہ یادوں میں جا بسے کوئی

در پہ دستک سنائی دیتی ہے
دل میں آہٹ سدا سُنے کوئی

شام کی تیرگی سے پہلے ہی
اپنے دل میں دیا جلے کوئی

شہر تنہائیوں سے ڈرتا ہے
اُس سے ملنے چلا چلے کوئی

دل کسی کا نہ سُن کے بھر آئے
یوں نہ آہیں بھرا کرے کوئی

مجھ سے آ کر گلے وہ ملتا ہے
اس سے کیوں کر گلہِ رہے کوئی

زندگی کے اداس لمحوں میں
اُس کے در پر جُھکا کرے کوئی

طارقؔ اس سے سکون ملتا ہے
ہے یہ بندہ مِرا ، کہے کوئی

خواہشوں کو کبھی دامن سے ، بڑھایا ہی نہیں

خواہشوں کو کبھی دامن سے ، بڑھایا ہی نہیں
اس لئے دل کو کوئی روگ لگایا ہی نہیں

زندگی گزری ہے کیسے یہ پتہ ہی نہ چلا
ہم پلٹ جاتے جہاں ، موڑ وہ آیا ہی نہیں

چاند نکلا شبِ تاریک میں روشن ہو کر
ہم نے پھر گھر میں دیا کوئی جلایا ہی نہیں

چاہنے والوں نے چاہا ہے ہمیں جی بھر کے
ہم نے چاہا جسے ، وہ سامنے آیا ہی نہیں

وہ بہت دور نہ تھا ، ہم سے ہی پہنچا نہ گیا
یہ نہ تھی بات ، ہمیں اس نے بلایا ہی نہیں

دل تو کیا چیز ہے ہم جاں بھی نچھاور کرتے
آزمانے کو محبّت ، کوئی آیا ہی نہیں

دیر تک بیٹھ کے سوچا ہے تری یادوں کو
ہم نے ان میں سے کسی پل کو بھلایا ہی نہیں

ہم تو ماضی کا سفر کرنے کو تیار ہوئے
وقت پر ، ایسا گیا ، لوٹ کے آیا ہی نہیں

طارق اب اور زمانہ ہے ، ملے کوئی ہمیں
اجنبی لگتا ہے اپنا بھی ، پرایا ہی نہیں

پہلے تو کہیں زخم یہ کھایا بھی نہ ہو گا

پہلے تو کہیں زخم یہ کھایا بھی نہ ہو گا
یہ تیرِ نگہ اس نے چلایا بھی نہ ہو گا

اک سایۂ دیوار میں بیٹھے ہیں سمجھ کر
سورج گیا تو پھر کہیں سایہ بھی نہ ہو گا

بارش نے مسلسل جو یہاں ڈیرے جمائے
بادَل کہیں صحرا میں تو چھایا بھی نہ ہو گا

جو پاس ترے آ کے ملا ، راحت و آرام
وہ سارے جہاں میں کہیں پایا بھی نہ ہو گا

کب چھوڑ کے ہم جائیں گے یوں تیری محبّت
سوچوں میں کہیں دور تک ، آیا بھی نہ ہو گا

سیکھے ہیں ترے طور جو قربانیوں کے اب
تو نے تو یہ دُکھ دینا ، سکھایا بھی نہ ہو گا

طارق جو لکھا ، گردشِ حالات سے پہلے
اب تک وہ کسی اور نے گایا بھی نہ ہو گا

چلے جو دھوپ میں ، پھر جسم نے تو جلنا تھا

چلے جو دھوپ میں ، پھر جسم نے تو جلنا تھا
جو سایہ بن کے چلا ، ساتھ اس کے چلنا تھا

قدم رکھا تھا جوانی میں کچھ دنوں پہلے
خبر نہیں تھی اسے اتنی جلدی ڈھلنا تھا

وہ ہم سے پہلے مسافر تھے ، حوصلے والے
وگرنہ ہم نے کہاں ، راستہ بدلنا تھا

ہمیں ملی ہے ، جو ہر سمت سے پذیرائی
سبب تو اس کا بنا ، شہر سے نکلنا تھا

جھکے ہیں شاہ بھی تسلیم کر کے قدموں میں
حسد کی آگ میں تو حاسدوں نے جلنا تھا

کیا ہے نفرتوں کو ، خون میں ، اگر شامل
دلوں میں ان کے ، محبّت نے کیسے پلنا تھا

اگر نہ رحمتِ رحماں سے ہو قبولِ دعا
عذاب آیا ہوا ، کیسے ، کوئی ٹلنا تھا

ہے طارق اس کا ہوا ہر قدم پہ جُود وکرم
تو دل اسی کی محبّت میں پھر مچلنا تھا

نور کو رہنما نہیں کرتے

نور کو رہنما نہیں کرتے
وہ جو روشن دیا نہیں کرتے

کیوں زمانہ بہا کے لے جائے
ہاتھ باندھے ، بہا نہیں کرتے

زندگی جن کی جب کسی کی ہو
وہ بہانے کیا نہیں کرتے

گر مسلّط ہو سر پہ ، لڑتے ہیں
جنگ کی ابتدا نہیں کرتے

حکمِ یزداں پہ سر جھکاتے ہیں
ظلم یونہی سہا نہیں کرتے

حشر پر کب یقین رکھتے ہیں
گر وہ رکھتے بُرا ، نہیں کرتے

محو ہوں گفتگو میں جو اس سے
بے وجہ کچھ کہا نہیں کرتے

جن کو احساسِ ذمّہ داری ہو
وقت پر چپ رہا نہیں کرتے

طارق اس مختصر سے رستے میں
چلتے چلتے ، رُکا نہیں کرتے

مسلسل قوم، جب سے سو رہی ہے

مسلسل قوم ، جب سے سو رہی ہے
تو قسمت اس کی ، اس پر رو رہی ہے

دلِ مضطر کو آئے چین کیونکر
دگر گوں اس کی حالت ہو رہی ہے

بدلنے کا خیال آئے گا اک دن
یہی امّید اب تک تو رہی ہے

جو کہلائیں مسلماں فائدہ کیا
اگر انسانیّت ہی کھو رہی ہے

توقع ہے کہ فصلِ گُل ملے گی
خزاں اب خارِ نفرت بو رہی ہے

انہیں امّید ہے کس در سے لیکن
توجّہ کس طرف ان کو رہی ہے

اُٹھے ہیں پھر دُعا کو ہاتھ طارق
عزیز ، ان کی , محبّت جو رہی ہے

آسماں سے پیام آیا ہے

آسماں سے پیام آیا ہے
کوئی بن کر امام آیا ہے

اس پہ بھیجو ، درود وہ بن کر
جس کا قائم مقام آیا ہے

برف پر چل کے ، جا کے اس کو دو
وہ جو اس کو سلام آیا ہے

لے کے مہدی ہی اس زمانے میں
ابنِ مریم کا نام آیا ہے

پہنچی آواز اس کی دنیا میں
مائدہ صبح و شام آیا ہے

اس کے حق میں دلیل دیتا ہے
جو خدا کا کلام آیا ہے

چاند سورج نے خود بھی گہنا کر
دی خبر وہ امام آیا ہے

اس کی تائید میں زمیں پہ عذاب
بن کے طاعون ، عام آیا ہے

جس نے دیکھا ہے غور سے اس کو
حسن کے زیرِ دام آیا ہے

جو مقابل پہ تھے ، مخالف سب
علم ان کا نہ کام آیا ہے

ضد کو چھوڑو ، بجھاؤ پیاس اپنی
حوضِ کوثر کا جام آیا ہے

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی
شش جہت سے پیام آیا ہے

طارق آنے کی عام دعوت ہے
چل کے دارالسّلام ، آیا ہے

تُو نہ ملتا تو سکوں دل کو کہاں ہونا تھا

تُو نہ ملتا تو سکوں دل کو کہاں ہونا تھا
گھر مرا تیرے بنا ، خالی مکاں ہونا تھا

مجھ کو اشرف جو بنایا ، مجھے معلوم نہ تھا
کہ جُھکا میرے لئے ، سارا جہاں ہونا تھا

تیرے احسانوں کا ممکن نہیں ہو پائے شمار
حق ادا شکر کا ہو ، وہم و گماں ہونا تھا

میں تو گر جاتا اگر تُو نہ سہارا دیتا
خاک میں مل کے تو بے نام و نشاں ہونا تھا

ہے تِرا نور کئے ، جس نے منوّر دل ہیں
تیرا چہرہ بھی کہیں پر تو عیاں ہونا تھا

ہم کہاں تُجھ سے چھپا پاتے محبّت اپنی
رازِ دل کیسے کوئی تُجھ سے نہاں ہونا تھا

اس جہاں میں بھی ہے تقدیر تری جلوہ گر
کچھ حساب اپنا وہاں ، کچھ تو یہاں ہونا تھا

طارق آ جاؤ رضا اس کی ، تمہاری مرضی
مطمئن نفس ہو گر ، پھر یہ بیاں ہونا تھا

اُس کی نظر کا دیکھ لو ، اعجاز ، کیا ہوا

اُس کی نظر کا دیکھ لو ، اعجاز ، کیا ہوا
اک انقلاب کا نہیں آغاز کیا ہوا ؟

ابھرا افق پہ ، وقت پہ ، وہ چودھویں کا چاند
روشن ہوئے خزانوں کے سب راز ، کیا ہوا

وہ تھا یدِ بیضا کہ تھا عصا کا معجزہ
زندہ دمِ عیسیٰ کا نہ انداز کیا ہوا ؟

روکا تھا جس کو مل کے فراعینِ وقت نے
پھیلی ہے ہر طرف وہی آواز کیا ہوا

ناکام ہو گئی ہیں گرانے کی سازشیں
دنیا میں ہر جگہ نہ سر افراز کیا ہوا ؟

کیا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہوں میں
وعدہ نہیں خدا کا ، کارساز کیا ہوا ؟

سن کر یہ داستاں تری ، طارق ہوا اثر
کتنوں کا دل نہیں تِرا دمساز کیا ہوا ؟

گرچہ رہے ہیں غم ہمیں بھی روزگار کے

گرچہ رہے ہیں غم ہمیں بھی روزگار کے
بھولے نہیں ، کرم کبھی ، پروردگار کے

ان کو خزاں کے آنے سے تم کیا ڈراتے ہو
رو رو کے جو گزارتے ہیں ، دن بہار کے

یادوں سے تیری کھیل کے ، تھک جائیں گے صنم
ہم سے نہ کٹ سکیں گے یہ دن انتظار کے

الفاظ ان کے کانوں میں رس گھولتے ہیں اب
سننے کو ہم ترس گئے تھے بول پیار کے

مہمان گھر میں آئیں ، خوشی دل کو پھر ملے
اک بار پھر سے ہوں گے جو ساماں قرار کے

پیغام ہم نے بھیجے تھے ہر روز ہی اسے
سجدے وہ کام آ گئے ہیں ، بار بار کے

بیٹھے ہیں رہگزر پہ تری ، سوچ کر یہی
دیکھیں گے ہم قریب سے ، تجھ کو سنوار کے

آہ و فغاں جو دل سے اُٹھے ، دل کو جا لگے
دروازہ کھٹکھٹائیں ، ہم اُس کو پکار کے

طارق ترے لئے سبھی ، انعام ہیں یہاں
کوشش کے ساتھ ، سر بھی جُھکا ، در پہ یار کے

نہ دل اگر کسی عشقِ بتان سے گزرے

نہ دل اگر کسی عشقِ بتان سے گزرے
یقین کیسے ہو ، وہم و گمان سے گزرے

ہم اور ہی کسی دنیا میں اب تو رہتے ہیں
کہ ایک عرصہ ہوا ، اس جہان سے گزرے

وہ خواہشوں کے سبھی دائروں سے آگے ہے
اسے وہ پائے جو کون و مکان سے گزرے

نہیں ہے سچ کے مقابل پہ جھوٹ راس آیا
ہم ایسے زندگی کے امتحان سے گزرے

ہمارے قول و عمل میں تضاد ہے باقی
گمان یہ ہے کہ ہم ہیں ، گیان سے گزرے

جسے ہو فکر کہ آگے حساب دینا ہے
وہ ہر قدم پہ ، یہاں سے ، دھیان سے گزرے

نہ بے خبر ہوں اگر ، اس سے ہم پنہ مانگیں
ہماری ہر گھڑی امن و امان سے گزرے

یہی سلوک ہے طارق خدا کا بندوں سے
زمین پر جو جھکے ، آسمان سے گزرے

کوئی تو روک بنے ، اس بلا کے رستے میں

کوئی تو روک بنے ، اس بلا کے رستے میں
خدا کا رحم ہی آئے ، وبا کے رستے میں

ہمیں تو پہلے ہی قربانیوں کی عادت ہے
" نہ ڈگمگائے کبھی ہم وفا کے رستے میں "

ملائیں ہاتھ ، لگائیں جو ہم کسی کو گلے
یہ ڈر ہے ، لے کے نہ جائے فنا کے رستے میں

اگرچہ کوششیں جاری ہیں جاں بچانے کی
ابھی ہے دیر ، مگر مُدّعا کے رستے میں

خدا کرے کہ توجّہ ہو ابنِ آدم کو
کہ توبہ ہو کوئی حائل ، سزا کے رستے میں

پکارتے ہیں سبھی ، منہ سے یوں تو مالک کو
عمل بھی کھینچے کوئی اس صدا کے رستے میں

لگا کے بیٹھے ہیں ٹیکے ، مگر ہیں کیا محفوظ
بدل کے لائے ہیں وہ جو ، ہوا کے رستے میں

حجاب سے نہیں خطرہ ، کرے حفاظت یہ
ہے عقل یہ کہ چلیں ، اب حیا کے رستے میں

ہمیں امید ہے طارق کہ لوگ جلدی اب
قدم ملا کے چلیں گے ، خدا کے رستے میں

عمل نہیں ہے ، زباں میں ہو پھر اثر کیسے

عمل نہیں ہے ، زباں میں ہو پھر اثر کیسے
نہ باغ سینچیں اگر ہم ، ملیں ثمر کیسے

ہوا ہے تجربہ حالات سے گزر کے ہمیں
طویل گرچہ تھی شب ، ہو گئی سحر کیسے

رموزِ عشق سے واقف نہیں خرد اب تک
جنوں نے آگ کو ٹھنڈا کیا ، مگر کیسے

چلے ہیں جب بھی کہیں ، کارواں کے ساتھ چلے
پتہ چلا نہ ہمیں کب کٹا ، سفر ، کیسے

زمانہ دیکھ رہا ہے ہمیں جو حیرت سے
اُٹھے کہاں سے تھے پہنچے یہاں اگر ، کیسے

سوال یہ ہے کہ اک رات عرش تک پہنچے
مقام جس نے یہ پایا ، ہوا ، بشر کیسے

اسی نے سلسلہ قائم کیا سزا و ثواب
حساب اس کو ہی دینا ہے ، پھر مفر کیسے

خدا کا ہاتھ ہے ، اس ہاتھ پر جو تھاما ہے
یہاں پڑے ہیں تو چھوڑیں گے اب یہ در کیسے

ہے طارق اور کہاں اس جہاں میں یہ نعمت
ہمارے سر پہ ہے سایہ ہوا سِپَر کیسے

کاش پورا یہ خواب ہو جائے

کاش پورا یہ خواب ہو جائے
زندگی لاجواب ہو جائے

امتحاں زندگی کا ہو اور تُو
امتحاں کا نصاب ہو جائے

تُجھ پہ ہر روز شعر لکھتا رہوں
تُو غزل کی کتاب ہو جائے

کامیابی کو فخر ہو تُجھ پر
جب ترِا انتخاب ہو جائے

تشنگی کب رہے مرے دل کو
آنکھ جب پُر زِ آب ہو جائے

وصل کی بھی سبیل نکلے گی
گر نہ حائل حجاب ہو جائے

بخشے جائیں سبھی ہمارے گناہ
رحم جو بے حساب ہو جائے

طارق اُس راہ پر مسلسل چل
جس پہ تُو کامیاب ہو جائے

وصل کی جو گھڑی نہیں ہوتی

وصل کی جو گھڑی نہیں ہوتی
پھول دل کی کلی نہیں ہوتی

بے قراری رہے جو اس کے لئے
اس سے شرمندگی نہیں ہوتی

عشق تم کو نہیں ہوا ورنہ
تم میں یہ سادگی نہیں ہوتی

حسن پر گر نظر نہیں پڑتی
عشق سے آگہی نہیں ہوتی

وقت آیا ہے ابرِ باراں کا
ورنہ یہ تشنگی نہیں ہوتی

وہ ہی مالک ہے بندہ پرور ہے
ہم سے تو بندگی نہیں ہوتی

زندگی ہم نے کی تمہارے نام
تم سے وابستگی نہیں ہوتی

زندگی امتحان ہے طارق
اس سے اب دوستی نہیں ہوتی

خونِ دل میں ہوا ہے شامل کون

خونِ دل میں ہوا ہے شامل کون
کون دشمن ہے میرا ، قاتل کون ؟

ناؤ کیسے لگی کنارے پر
کھینچ لایا ہے پاس ساحل کون ؟

ان کا شب خون کا ارادہ ہے
اب رہے دشمنوں سے غافل کون ؟

ہم سفر پر چلے تھے دیر ہوئی
دیکھ پائے گا اپنی منزل کون ؟

خود سے کیا یہ سوال پوچھا ہے؟
زندگی کا ہے میری حاصل کون ؟

کس کی تعمیر ہو گئی ہے حیات
نامکمّل ہے کون ، کامل کون ؟

ہیں مگن لوگ خود ستائی میں
اس کے بندوں میں اب ہے داخل کون؟

طارق اب انتظار ہے کیونکر
یہ سمجھ لے جو ہے وہ عاقل کون ؟

جب تم سے ، اُس نے آنے کا وعدہ نہیں کیا

جب تم سے ، اُس نے آنے کا وعدہ نہیں کیا
تو پھر وفا کا اس نے ارادہ نہیں کیا

تم نے جگہ بنانے کی کوشش تو کی بہت
دل اس نے اپنا ، اتنا کشادہ نہیں کیا

بالا سمجھ کے خود کو جو بیٹھا رہا الگ
اس نے نصیحتوں سے افادہ نہیں کیا

اس سے جو تھوڑی دیر ملاقات اک ہوئی
ہم نے کبھی پھر اِس کا ، اعادہ نہیں کیا

شاید نہ ہم سمجھ سکے اس کے مزاج کو
اس نے بھی التفات کا وعدہ نہیں کیا

دنیا کی دل فریبیوں سے اس کو عشق تھا
ہم نے یہ شوق اپنا زیادہ نہیں کیا

پیدا ہوئے تھے جب نہ چھپانے کو تھے گناہ
قدرت نے انتظامِ لبادہ نہیں کیا

مغلوب اس لئے نہ ہوئے خواہشوں کے ہم
معصومیت نے اتنا بھی سادہ نہیں کیا

طارق فریفتہ ہوئے اک شخص پر جو ہم
پھر ترک اس کی چاہ کا جادہ نہیں کیا

دل میں جب روشنی نہیں ہوتی

دل میں جب روشنی نہیں ہوتی
آسماں سے وحی نہیں ہوتی

یوں تو ظاہر ہوئے ہیں شمس و قمر
دور کیوں تیرگی نہیں ہوتی

موت آتی نہیں ہے مرضی سے
ہاتھ میں زندگی نہیں ہوتی

کیا یہ دعویٰ نہیں خدائی کا
تم سے کیوں بندگی نہیں ہوتی

آتشِ عشق جب بھڑکتی ہے
عقل میں آگہی نہیں ہوتی

عدل قائم نہ ہو سکے جب تک
امن اور آشتی نہیں ہوتی

سب سے لی دشمنی تری خاطر
تجھ سے ہی دوستی نہیں ہوتی

طارق اُس سے اگر تعلّق ہو
پھر تو افسردگی نہیں ہوتی

دیارِ عشق کے رستے نے جب نکھار دیا

دیارِ عشق کے رستے نے جب نکھار دیا
تو ہم نے آخری سانسوں کو تُجھ پہ وار دیا

کٹی ہے رات ، ترے سامنے جُھکا کے جبیں
اور اپنا دن بھی ترے ذکر میں گزار دیا

ترے مے خانے سے اک جام تھا پیا میں نے
نشے نے اس کے مجھے چین اور قرار دیا

تو میرے ساتھ رہا ہر قدم پہ مشکل میں
میں غم میں ڈوبا تھا تو نے مجھے اُبھار دیا

تری عنایتوں کا کیا کروں شمار مجھے
گرا ہوں یہ بھی ہے تو نے مجھے سہار دیا

میں نفرتوں میں گھرا تھا پڑی جو تیری نظر
قدم قدم پہ مجھے زندگی میں پیار دیا

مری یہ زندگی میری نہیں ، امانت ہے
کرم ہے اس کا یہ جیون مجھے اُدھار دیا

ہے طارق اور کوئی مقصدِ حیات مگر
ہے غفلتوں میں اسے تم نے کیوں گزار دیا

لگا تھا دل پہ اچانک جو تیر یار کا زخم

لگا تھا دل پہ اچانک جو تیر یار کا زخم
بھرا نہیں ہے وہ اب تک نظر کے وار کا زخم

ہمیشہ رِستا رہا ہے وہ میری یادوں میں
خزاں میں اور ہرا ہو گیا بہار کا زخم

مرا بدن نہیں زخمی ہوا ہے پتھر سے
گلاب نے یہ دیا ہے نہیں ہے خار کا زخم

مجھے عزیز رہا درد جو ملا تُجھ سے
لگا جو راستے میں تیرے ، سنگسار کا زخم

زمین ہی نہیں شاہد ہے آسماں اس پر
کہاں کہاں نہ لگا دل پہ انتظار کا زخم

نصیب چارہ گری ہو گئی اگر تیری
تو بھر سکے گا یہ جلدی سے تیرے پیار کا زخم

ہوئی ہے جب بھی ملاقات ہو گیا تازہ
تری نگاہ کا جوں تیغِ آب دار کا زخم

چھلک گئی ہیں جو آنکھیں کھلا ہے راز اس کا
چھپا کے رکھا تھا ہم نے دلِ فگار کا زخم

ہے راس آ گئی طارق ہمیں یہ ویرانی
کوئی جو دیتا نہیں طعنِ تیز دھار کا زخم

تُجھ کو پانے کی تمنّا جو کیا کرتا ہوں

تُجھ کو پانے کی تمنّا جو کیا کرتا ہوں
رات کے پچھلے پہر اُٹھ کے دُعا کرتا ہوں

دشتِ تنہائی میں ڈر جاتا ہوں سنّاٹے سے
خامشی، دے کے صدا ، توڑ دیا کرتا ہوں

میرے خوابوں کی جو تعبیر سہانی ہو گی
روز کچھ خواب نئے دیکھ لیا کرتا ہوں

تیرا ملنا ہے خوشی مل کے بچھڑنا مشکل
بس ترے وصل کی آشا سے جیا کرتا ہوں

خود فریبی تو نہیں اتنا یقیں ہے خود پر
جب پکاروں تری آواز سنا کرتا ہوں

زندگی کا مجھے مقصد جو سمجھ آیا ہے
تیرے بندوں سے محبّت سے ملا کرتا ہوں

گو جنوں عشق میں ہے ، ہوش ہے اتنا باقی
چاک دامن ہو اگر اُس کو سیا کرتا ہوں

منتظر رہتا ہوں کب مجھ کو پلائے ساقی
مئے عرفان کے میں جام پیا کرتا ہوں

جب کبھی زخم کوئی دل پہ لگائے طارق
کسی بیمار کی میں جا کے دوا کرتا ہوں

اس کو پیری میں مریدی کا خیال آیا ہے

اس کو پیری میں مریدی کا خیال آیا ہے
ہاتھ میں کوئی نیا ، لگتا ہے جال آیا ہے

جس کے چُنگل سے میں نکلا تھا بڑی مشکل سے
پھانسنے کو مجھے پھر لے کے وہ مال آیا ہے

جبّہ پوشوں سے نہیں جان چھڑائی جاتی
تفرقہ ، دل میں اگر نفرتیں پال آیا ہے

مفتیٔ دین کو تقویٰ سے غرض کوئی نہیں
یہ عجب دور ہے کیا قحطِ رجال آیا ہے

ساری دنیا ہی مصیبت میں گرفتار ہے اب
بچ کے ہم جائیں کہاں ایسا وبال آیا ہے

جوش آتے ہوئے دیکھا ہے انہیں پہلے بھی
پھر سے اب باسی کڑھی میں یہ اُبال آیا ہے

اس کو آثارِ محبّت نظر آتے ہی نہیں
ایک ہی ضد ہے کہ بس حکمِ قتال آیا ہے

جس طرح داؤ لگے اپنی تجوری بھر لو
ہے کسے فکر یہ کیا مالِ حلال آیا ہے ؟

طارق اس کو یہ کہو اپنی ذرا فکر کرے
وہ گنہ اپنے کسی اور پہ ڈال آیا ہے

نہیں نیند آتی کبھی ساری رات

نہیں نیند آتی کبھی ساری رات
تمہارے بنا یونہی گزری حیات

ہوئی تم کو پانے کی خواہش جو اب
نہ لغزش میں آئے گا پائے ثبات

ہیں تخلیق تیری یہ بندے ترے
تُو مالک ہے اے خالقِ کائنات

نہیں حوصلہ گر ہمیں دید کا
تعلّق تو ہو کچھ کرو ہم سے بات

سفر زندگی کا یہ آساں نہیں
اگر تیرے ہاتھوں میں ہو یہ نہ ہات

نہ اس کے سوا اب تمنّا رہی
جہاں ہوں ملے اب تمہارا ہی سات

ترے پاک بندوں کی صحبت ملے
تُو راضی ہو ہم سے جب آئے وفات

سکوں اب ہو طارق میسّر ہمیں
گناہوں سے مل جائے ایسی نجات

❁ ❁ ❁

تری تلاش کا جذبہ جو دل میں جاگے ہے

تری تلاش کا جذبہ جو دل میں جاگے ہے
کہیں پہ تیری محبّت کی آگ لاگے ہے

ہم اپنی مرضی سے آتے تو تیرے پاس آتے
کہاں نہ جانے یہ تقدیر کھینچے دھاگے ہے

نہیں ہے نور سے آنکھوں کو گر شناسائی
چراغ لاکھ ہوں روشن ، اندھیرا لاگے ہے

صنم کدے جو گئے ہیں تو ان کی مرضی ہے
مری نگاہ تو کعبے سے اور آگے ہے

سنے ہیں قصے کسی صاحبِ جمال کے جب
ہو دید اس کی ، تڑپ یہ تو دل میں جاگے ہے

کسی کو فکر مری جان کی ہے کاہے کو
کوئی تو روگ مری جان کو بھی لاگے ہے

کچھ اس طرح سے گزاری ہے زندگی طارق
کہے نہ کوئی مجھے امتحاں سے بھاگے ہے

چارہ گر کوئی تو ہوتا دلِ بیمار کے پاس

چارہ گر کوئی تو ہوتا دلِ بیمار کے پاس
کیوں دمِ مرگ اکیلے رہے ، اغیار کے پاس

دولت و حسن ، وفا ، عشق ، بنیں تاج محل
اک شہنشاہ چلا آئے جو معمار کے پاس

آ گئے ہم تو یہاں ، بے سر و سامانی میں
آئے تھے جیسے مہاجر کبھی انصار کے پاس

دل نہیں پاک ، کھلیں پاک مضامیں کیسے
کوئی ناپاک تو پہنچا نہیں اسرار کے پاس

ہمسفر ساتھ چلیں یوں تو کئی رستے میں
ساتھ دینے کو فرشتے رہیں ابرار کے پاس

ہم جو آ جاتے ہیں محفل میں تری دم بھر کو
دور ہو جاتی ہے سب تیرگی انوار کے پاس

اک کشش پاتا ہے ان میں جو قریب آ جائے
دور جاتا نہیں آ جائے جو اخیار کے پاس

طارق اے کاش ذرا ہوش میں آئیں وہ بھی
جن کی ہٹ دھرمی نے رکھا انہیں اشرار کے پاس

در جوانی ہو خزاں میں بھی بہارِ زندگی

در جوانی ہو خزاں میں بھی بہارِ زندگی
وقتِ پیری سبزہ و گل ، خارزارِ زندگی

دل کو راحت دیں حسیں نظّارے گرد و پیش کے
ہوں اگر حاصل ہمیں شیریں ثمارِ زندگی

اشک گرتے ہوں ندامت کے اگر وقتِ سحر
خود بخود دُھل جائے سب گرد و غبارِ زندگی

کیا سُہانے دن تھے جب تھی باغ میں مَوجِ بہار
اب تو گلشن بن گیا ہے دشتِ خارِ زندگی

بے قراری کا سبب ہے بھولنا تُجھ کو کہ دل
یاد میں تیری ہی پاتا ہے قرارِ زندگی

مے کدے میں جام پیتے ہیں تمہارے ہاتھ سے
تا سرایت ہو رگ و جاں میں خُمارِ زندگی

آئینہ شفاف طارق ہے بنا سارا جہاں
کوئی دیکھے تو سہی نقش و نگارِ زندگی

پنجابی غزل

کملے ہو گئے ، تسبیح ، چلّے ، کر دے لوک سیانے

کملے ہو گئے ، تسبیح ، چلّے ، کر دے لوک سیانے
اک الانگ اچ پینڈے پُٹ گئے جیہڑے لوک نمانے

مرشد راضی کیتا جنہاں پار لنگھے او سارے
ایتھے ای ویندے رَیہہ گئے جیہڑے یار توں رئے بگانے

دشمن ویکھ کے سڑ دے بلدے ، اُچے کوٹھے ساڈھے
سانوں یار دے کولوں لبھدے جاندے ہور خزانے

سبھ دے اتے آوندے جاندے ماڑے چنگے ویلے
رب دا شکر جے کریئے تے او دیندا کر کر بہانے

اٹھّے ، بولے، ویکھن کجھ ناں دلاں نوں لا کے جندے
جاں قربان نیں کر دے جیہڑے شمع دے پروانے

طارق مولا دے در توں جو لبھے اوہو ای سوہنا
جھولی کر توں اوہدے اگّے باقی جو اوہ جا نے

نظمیں

آزاد نظم۔۔۔۔۔حمد

کوئی موسم بھی ہو لیکن

خصوصاً جب بہار آئے

مرا دل چاہتا ہے گر

مجھے موقع ملے تو میں

ترے ہاتھوں کو بوسہ دوں

کہ جن ہاتھوں نے اتنے خوبصورت پھول پھل پتے بنائے ہیں

ہر اک پتہ شجر کانت نئے انداز لے کر

راستے میں روک کر مجھ کو

یہ سرگوشی میں کہتا ہے

بنایا ہے مجھے جس نے

وہی ہے جس نے سارے ہی جہانوں میں

نشاں اپنے بھی چھوڑے ہیں

ہر اک شے پر اسی کے نقش دیکھو گے

وہ جس کی خوبصورت آنکھ نے اپنے تخیّل میں

بنا کر ساری دنیا پھر نظام اس کا بنایا

اس طرح کہ خود ہی جاری ہے

وہی بھرتا ہے سارے رنگ

جن کو دیکھ کر دل یہ

گواہی دے رہا ہے کہ

حسیں ہے وہ زیادہ اس تصور سے

کسی بھی ذہن میں ابھرے

جو انساں کے

یقیناً وہ بہت ہی خوبصورت ہے

مرا دل چاہتا ہے

دیکھ لوں اس کو

نظر بھر کر سمولوں دل میں اپنے

اور اپنی زندگی ساری کی ساری

وار دوں اس پر

وہی ہے ڈھونڈتا ہے جس کو دل میرا

کسی نغمے میں شاید

یا کسی کے حسن میں، آنکھوں میں، زلفوں میں

چمن میں، چاند تاروں میں

کہیں پر کوہساروں میں

کہیں دریا کے دھاروں میں

کہیں جھیلوں سے گرتی آبشاروں میں

مرے دل میں کہیں پنہاں وہی تو ہے

مرے نزدیک ہے جو میری شہ رگ سے

وہ سنتا ہے پکاروں جب ہوں مشکل میں

دکھاتا ہے مجھے جلوہ

وہ مجھ سے بولتا ہے

مجھ سے کہتا ہے

دعاؤں کو تری سنتا ہوں میں

دیکھو کبھی تم مانگ کر مجھ سے

وہی میرا سہارا ہے

وہی جو سب سے پیارا ہے

وہی سب کا سہارا ہے

نہیں اس کے سوا کوئی

لالہ ناصر سعید مرحوم کی یاد میں

دل اب بھی ڈھونڈتا ہے یہ ، ناصر سعید کو
جنّت میں دیکھتا ہے یہ ، ناصر سعید کو

رحمت قدم قدم رہی ، ساتھ اس کے ہر گھڑی
اجرِ وفا ملا ہے ، یہ ناصر سعید کو

ناصر کے ساتھ بھی رہا ، طاہر کے ساتھ بھی
موقعہ عطا ہوا ہے یہ ، ناصر سعید کو

مسرور کے حضور بھی حاضر رہا ہے وہ
اعزاز مل گیا ہے یہ ، ناصر سعید کو

اس نے خود اپنے ہاتھوں ، اسے الوداع کیا
رُخصت پہ خود کہا ہے یہ ، ناصر سعید کو

وہ پاسباں رہا ہے خلافت کا عمر بھر
کیا مرتبہ ملا ہے یہ ، ناصر سعید کو

وہ سیدھا سادہ بندہ ، بظاہر خدا کا تھا
رب کی ملی رضا ہے یہ ، ناصر سعید کو

اِخلاص کا نمونہ دکھایا ہے اس نے جو
اونچا ہی لے گیا ہے یہ ، ناصر سعید کو

وہ تھا دلیر ، رکھتا فراست کی تھا نظر
کہتے تھے پارسا ہے یہ ، ناصر سعید کو

ہو گا شمار اس کا شہیدوں میں حشر تک
رُتبہ جو مل گیا ہے یہ ، ناصر سعید کو

اولاد کو چلا گیا ہے ، اپنی راہ پر
قدرت کا اک صلہ ہے یہ ، ناصر سعید کو

اونچا مقام پائے وہ جنّت میں اے خُدا
طارق ! سَدا دعا ہے یہ ، ناصر سعید کو

(کنزی کے ایک مخلص دوست مکرّم عبد الماجد صاحب کی کرونا کے باعث ناگہانی وفات پر)

نسخہ ہائے آزمودہ کی کتابوں میں لکھا
کب ہے اکسیرِ حیاتِ جاودانی کا پتا

گر خدا کی معرفت پا جائے انساں ہر گھڑی
وہ رہے راضی خدا سے ، جس کی وہ پائے رضا

کس قدر آزردہ خاطر ہو گئے یہ دیکھ کر
وہ ، جسے ملنے گئے چپکے سے وہ چلتا بنا

عمر بھر جس دوڑ میں شامل رہا وہ زندگی
چھوڑ کر رخصت ہوئی ، وہ اور آگے چل دیا

وہ جو مخلص تھا ، بڑا ہی نیک اور پرہیزگار
اس کو مولا نے لیا ہے قُرب میں اپنے بُلا لیا

کب تلک انسان دھوکہ کھائے گا اس دہر میں
کیوں سمجھ پاتا نہیں ، آنے کا یاں مقصد ہے کیا

طارق اب اس بزم میں تُو دل لگانا چھوڑ دے
اُس کی تیّاری تُو کر جو امتحاں ہو گا بپا

"کورونا کے بعد پہلی افطار پارٹی"

آئی کل رونق نظر ، افطار میں
مل کے بیٹھے ، گو تھا ڈر ، افطار میں

طیّب و تنویر نے دعوت جو کی
ہم گئے ، گھر چھوڑ کر ، افطار میں

تھی اجازت پندرہ افراد کی
یہ رہا مدِّ نظر ، افطار میں

بعد مدّت کے ملے ، اچھا لگا
دوستوں کو دیکھ کر ، افطار میں

فاصلہ رکھ کر ہوئی جو گفتگو
چار تھے ہر میز پر ، افطار میں

قبل از افطار تھا اک درس بھی
تھے دعا سے ہونٹ تر ، افطار میں

با جماعت پھر پڑھی ہم نے نماز
لطف آیا خاص کر ، افطار میں

شکر ہم نے اپنے رب کا بھی کیا
ہم نے کھایا پیٹ بھر ، افطار میں

احتیاطیں کھانے پینے کی تو کیں
تھیں ڈشیں میٹھے کی پر ، افطار میں

بیٹھ کر گپ شپ بھی کی پھر دیر تک
چائے کی ، شیر و شکر ، افطار میں

اس میں کیا شک ، تھے میاں صاحب فہیم
سب کے منظورِ نظر ، افطار میں

ہے یہ برکت بھی مہِ رمضان کی
اجر روزے کا دگر ، افطار میں

اے خدا دے اب کرونا سے نجات
تُو جو ہے نزدیک تر ، افطار میں

آئے جو رمضاں بھی طارق عمر بھر
برکتیں لائے سحر افطار میں

اسماء اقبال کے لئے

ہے اسما کے ابا نے لکھا مجھے
کوئی نظم لکھ دوں میں اس کے لئے

یہ گلشن میں آئی ہے ننھی کلی
یہ رحمت خدا کی نصیبوں بھلی

ظفر اس کے آنے سے مسرور ہے
متین اس کو ہونے نہ دے دور ہے

سبھی کی یہ آنکھوں کا تارا بنی
ہنسی اس کی دل کا سہارا بنی

عطیّہ ہے سمرین اور طاہرہ
سبھی پھوپھیوں کی ہے اس پر نگاہ

ہیں طارق بھی خالد بھی چچا بھی دو
ہیں محمود نانا بھی تایا بھی دو

نہ اقبال دادا اسے مل سکے
تو جنّت کی کھڑکی سے دیکھا اسے

نسیم اس پہ رحمت کی چلتی رہے
یہ خوشیوں کے دامن میں پھولے پھلے

خدا دور اس سے بلائیں کرے
قبول اس کے حق میں دعائیں کرے

اسے پیار کی وہ ادائیں ملیں
خلیفہ کی اس کو دعائیں ملیں

ہوں قربان اس پر ملیں جو اسے
سبھی کی یہ آنکھوں کی ٹھنڈک بنے

اسے یوں خدا کی اعانت رہے
خدا کی ہمیشہ امانت رہے

مری یہ بھتیجی سلامت رہے
پھلے پھولے اسماء ترقی کرے

مکرّم نادر خان صاحب (والدِ محترم برادرم ہارون حنیف خان) کی رحلت کے موقع پر

ایک نادر وجود تھا نہ رہا
صاحبِ عزم و جُود تھا نہ رہا

وہ سخی نیک دل تھا مردِ خدا
آگے بڑھ کر قبول حق کو کیا

وہ تہجّد گذار تھا اس کو
تھا عبادت کا جیسے کوئی نشّا

حق کو حق جان کر قبول کیا
استقامت سے پھر ڈٹا بھی رہا

وہ تھا ہمدرد اور غریب نواز
فائدہ اس سے ہر کسی نے لیا

اس کو بیٹے خدا نے نیک دیئے
وہ بھی نقشِ قدم پہ اس کے چلے

اس سے راضی جو اس کا تھا معبود
برکتوں سے بھرا تھا اس کا وجود

نعمتیں اس نے پائیں دنیا میں
آخرت میں بہشت ہے موعود

اس سے راضی رہے خدا اس کا
اس کی قربت میں ہو مکاں اس کا



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام **"لبِ لباب"** مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ "**چاک دامانِ جنوں**" کے نام سے شائع ہوا۔ " **ہم قدم، دم بدم**" اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **"در آئینہ صفِ دوستاں"** ان کا چوتھا مجموعہ کلام ہے۔